شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰن



خطباتِ رمضان

از ترجمانِ اہلسنت

ابو الحقائق علامہ مولانا غلام مرتضیٰ ساقی مجددی زید مجدہ

اویسی بک سٹال جامع مسجد رضائے مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0346-6172671

شہرُ رمضانَ الذی اُنزِلَ فیہِ القرآن

خطباتِ رمضان

ماہِ رمضان المبارک کے عنوانات پر مشتمل ایک مستند مجموعہ

از ترجمان اہلسنت

ابوالحقائق علامہ مولانا غلام مرتضیٰ ساقی مجددی زید مجدہ

اویسی بک سٹال جامع مسجد رضائے مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0346-6172671

نام کتاب ——— خطباتِ رمضان

مصنف ——— مولانا غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

قیمت ——— 200



مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور

مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور

احمد پبلشرز ہادیہ حلیمہ سنٹر لاہور

فہرست

انتساب

سراج العارفین..........دلیل السالکین

آفتاب ھدایت......شہباز طریقت

شارح مکتوبات امام ربانی

شیخ طریقت حضرت علامہ ابوالبیان

پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ العزیز

کے مبارک نام!

کیونکہ

ان کے لہجے میں رس گھولتے ہیں
ہم نہیں وہی بولتے ہیں

گر قبول افتد زہے عزوشرف

نیاز مند

/

ابوالحقائق غلام مرتضٰی ساقی مجددی

عرض مرتب

زیر نظر کتاب ''خطبات رمضان'' ترجمان اہلسنت، مناظر اسلام، حضرت علامہ ابوالحقائق پیر غلام مرتضیٰ ساقی مجددی (خلیفہ مجاز حضرت ابوالبیان علیہ الرحمۃ، بانی وامیر اعلیٰ مرکزی ادارہ عاشقان مصطفیٰ ﷺ گوجرانوالہ) کے مواعظ وخطابات کا ایک حسین وجمیل مجموعہ ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور دوسرے ایڈیشن کی مانگ دن بدن بڑھ رہی تھی۔ لیکن مصروفیات کی بناء پر فی الفور اس کا چھپنا بھی دشوار تھا۔ تاہم موقع کی مناسبت سے سابقہ ایڈیشن پر نظر ثانی کی گئی۔ حوالہ جات اور پیرے بندی کا اہتمام کرتے ہوئے نئی آب وتاب کے ساتھ اس ایڈیشن کو پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اس مقصد میں کہاں تک کامیابی ہوئی، اس کا ہمیں قارئین کی طرف سے انتظار رہے گا۔

کوشش بسیار کے باوجود غلطی کا امکان ضرور ہوتا ہے۔ مخلصین حضرات نشاندہی فرما کر شکریہ کا موقع دیں تاکہ آئندہ اسے دہرایا نہ جائے۔

والسلام

خیر اندیش

قاری محمد امتیاز ساقی مجددی

03466049748

پہلا بیان

استقبالِ رمضان

خطبہ

الحمد للّٰہ الذی انزل القرآن فی شھر رمضان، والصلوٰۃ والسلام علی من کان یلقاہ جبرئیل فی کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن، وعلٰی الٰہٖ واصحابہٖ وامتہ الذین یعظمون رمضان

اما بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون، صدق اللہ العظیم.

حضرات ذی وقار!، عاشقانِ حبیب کردگار!۔۔۔

کس قدر تسکین بخش اور روح پرور ماحول ہے، ماہ شعبان المعظم تشریف لے جا رہا ہے اور ماہ رمضان المبارک کی آمد آمد ہے۔ مسلمانوں کے جذبہ ایمانی کو سلام کرنے کو جی چاہتا ہے کہ اس گئے گذرے دور میں بھی پورے جوش وخروش کیساتھ ماہِ رمضان کے استقبال کیلئے کمربستہ ہیں...... ہر زبان پر آمد رمضان کے چرچے اور ہر مکان میں عظمتِ رمضان کے نغمے ہیں...... یوں لگتا ہے کہ جیسے کوئی بڑا ہی عظیم الشان اور کج کلاہ مہمان آرہا ہو۔

ہاں...... کیوں نہیں...... کیونکہ رمضان المبارک بھی تو اللہ کا بھیجا ہوا ایک مہمان ذیشان ہے......

استقبال رمضان کی اہمیت: محترم حضرات!......

ہر مہمان کا استقبال اس کی حیثیت کے مطابق ہی کیا جاتا ہے...... یہ خدا کا مہمان ہے، جو اہل ایمان کے پاس جلوہ فرما ہونے والا ہے۔۔۔یہ خود نہیں آیا، اسے رب دو جہان نے بھیجا ہے اور بھیجنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ مسلمان اسکا ادب واحترام، اور اعزاز واکرام بجالائیں، اس کے تقاضوں کو پورا کریں تا کہ میں ان کی مغفرت اور بخشش کا سامان کردوں......

چونکہ اس نے یہ مہمان عطا فرما کر ہم گناھگاروں پر احسان فرمایا ہے، اسلیئے ہم ماہِ رمضان کی عظمتوں اور اس کی رفعتوں کو سلام عقیدت پیش کرتے ہیں۔۔۔اپنی الفتوں اور چاہتوں کے پھول نچھاور کرتے ہوئے، پورے جذبہ ایمانی سے اسکا استقبال کر کے دنیا والوں کو بتادیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، خدا نے اس مہینہ کو ہماری فلاح و کامیابی کیلیے بھیجا ہے، اس لیئے اسکا استقبال بھی ہم ہی کر رہے ہیں اور بیا نگ دھل اعلان کر رہے ہیں......کہ

یہ ہے اللہ کا احسان آیا ماہِ رمضان
اہل ایماں کا مہمان آیا ماہ رمضان

استقبال کے آداب: معزز سامعین حضرات!......

مہمان کی آمد سے قبل اس کے ٹھرنے، لیٹنے، بیٹھنے اور چہل قدمی کے انتظامات کرنا، اسے خوش آمدید، خیر مقدم اور ویلکم (Wel come) کہنا......یا اس کے آنے کا انتظار کرنا، بار بار اسکا راستہ دیکھنا، اس کو لینے کیلیے آگے بڑھنا، یہ تمام امور، استقبال کے ضمن میں آتے ہیں۔

استقبال رمضان کے آداب: محترم سامعین!......

اسلام نے ہمیں ماہِ رمضان المبارک کے استقبال کیلئے مختلف انداز میں ترغیبات اور تعلیمات سے نوازا ہے......تاکہ اتنے عظیم مہمان کی آمد سے مسلمان بے خبر اور لاعلم نہ ہوں......کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مہمان معظم ان کے پاس بھی پہنچ جائے اور یہ عدم توجہی کا شکار رہیں۔۔۔یہ مہمان نوازی کے آداب کے سخت خلاف ہے۔۔۔اس لیئے اسلام نے حکم دیا ہے کہ استقبالِ ماہ رمضان کیلئے ہر اعتبار سے خود کو تیار کیا جائے۔

پندرہ شعبان کے بعد روزوں کی ممانعت: حضرات محترم!......

احادیث مبارکہ میں پندرہ شعبان کے بعد اور خصوصاً ماہ رمضان المبارک سے کچھ دن پہلے روزے رکھنے سے منع کیا گیا ہے......اس پر چند احادیث سماعت فرمائیں!

پہلی حدیث:

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا انتصف شعبان فلا تصوموا...... . (مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شعبان کا نصف حصہ گذر جائے تو پھر روزہ نہ رکھو۔

دوسری حدیث:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں:

لا يتقدمن احدكم رمضان بصوم يوم اويو مين الحديث،

یعنی:۔تم میں سے کوئی بھی رمضان سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے (پیشوائی استقبال کے طور پر) ہرگز روزہ نہ رکھے......(بخاری ا/۲۵٦، مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

تیسری حدیث:

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلوا بین شعبان و رمضان . (مراسیل ابوداؤد ص ۸)

کہ رسول اللہ نے فرمایا: ماہ رمضان اور ماہ شعبان کے درمیان روزہ ترک کر کے فرق کرو۔

ممانعت کی حکمت: حضرات محترم

ماہ رمضان المبارک سے قبل روزہ رکھنے سے منع کرنے کی بنیادی وجہ صرف ایک ہی ہے کہ اگر مسلمانوں نے شعبان کے آخری دنوں میں روزے رکھنے شروع کر دیئے تو ان کے اجسام ضعف اور کمزوری کا شکار ہو جائیں گے، بدنوں میں نقاہت اور کمزوری پیدا ہو جانے کی صورت میں کہیں ان کیلئے رمضان کے روزوں کو پورا کرنا مشکل نہ ہو جائے ...... اگر ماہ رمضان المبارک کے روزے کماحقہ، نہ رکھے گئے تو آداب رمضان میں کمی واقع ہو جائے گی......مہمان نوازی کے تقاضے پورے نہیں ہوں گے، حقوق میزبانی کے فقدان کی وجہ سے کہیں ماہ رمضان المبارک ناراض اور خفا نہ ہو جائے......

اگر یہ خفا ہو گیا تو رحمت خداوندی منہ موڑ لے گی......

اس کی برکت تعلق توڑ لے گی،

بخشش و مغفرت دامن چھوڑ دے گی

اسلیئے آمد رمضان کے موقع پر

کمزوری نہیں ـــــ شہزوری ہونی چاہیئے

نقاہت نہیں ـــــ ثقاہت ہونی چاہیئے

نزاکت نہیں ـــــ صلابت ہونی چاہیئے

چہروں پر مردنی نہیں ـــــ ان کی کیفیت دیدنی ہونی چاہیئے

مسلمان کو صاحب فراش نہیں ـــــ ہشاش بشاش ہونا چاہیئے

بے نشاط نہیں ـــــ صاحب انبساط ہونا چاہیئے

پژمردہ نہیں ـــــ خندیدہ ہونا چاہیئے

بیمار نہیں ـــــ ہوشیار ہونا چاہیئے

دل برداشتہ نہیں ـــــ بلکہ آراستہ و پیراستہ ہونا چاہیئے

تا کہ وہ پورے عزم و استقلال کیساتھ رمضان کا استقبال بھی کر سکے، اور اس کے روزے رکھ کر رحمت خداوندی کا مستحق بھی بنے اور صاحب کمال بھی ہو سکے۔

محدثین کی آراء: معزز سامعین!......

جو نکتہ میں نے عرض کیا ہے، وہ میرا خود ساختہ نہیں...... بلکہ امت مسلمہ کے جلیل القدر محدثین مجھ سے قبل یہ نکتہ آفرینی فرما چکے ہیں

بات ان کی ہے...... انداز میرا ہے

محفل ان کی ہے بناؤ سنگار میرا ہے ـــ

کنایہ ان کا ہے ـــ تصریح میری ہے

لفظ ان کے ہیں۔۔۔تشریح میری ہے

اور کلام ان کا ہے۔۔۔تقریر میری ہے

امام ترمذی کی رائے: سنیئے حضرات!......

امام ترمذی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

التقوی بالفطر لرمضان لید خل فیها بنشاط (لمعات)

یعنی رمضان سے پہلے روزے رکھنے سے اسلیئے روکا گیا ہے تاکہ بندۂ مومن روزہ چھوڑ کر اپنے جسم کو قوی ومضبوط کرلے اور رمضان میں پورے نشاط وانبساط اور خوشی ومسرت کیساتھ داخل ہو سکے۔

حضرت شیخ محقق کی رائے:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی فرماتے ہیں:

والنهی للامة الضعيفة للشفقة والترحم عليهم (لمعات)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کے آخری دنوں میں روزے رکھنے سے منع فرما کر اپنی کمزور امت پر شفقت اور مہربانی کا اظہار فرمایا ہے

چونکہ امت ناتواں اور کمزور ہے، اس لیئے اگر وہ ماہ رمضان سے پہلے ہی روزے رکھنے لگی تو اس کی کمزوری اور ناتوانی میں مزید اضافہ ہوگا کہیں فرض روزوں سے قبل ہی اس کے پاؤں میں لغزش نہ آجائے، اور ان کے قدم ڈگمگاتے نہ لگ جائیں۔ اس لیے ہمارے آقا، رحمت عالم ﷺ نے اپنی ناتواں امت پر مہربانی فرماتے ہوئے اسے ماہ رمضان سے پہلے روزے رکھنے سے منع فرمادیا......

حضرات اندازہ فرمایئے! ہمارے نبی نے گناھگاروں پر کتنا کرم فرمایا ہے؟

......اس لیئے تو ہم کہتے ہیں

ع سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی

چاند دیکھنے کی ترغیب: حاضری باتمکین!......توجہ فرمائیں!......

اگر کوئی مہمان آرہا ہو، ......صاحب خانہ کو اطلاع مل جائے کہ فلاں دن یا فلاں روز، اور فلاں وقت وہ یہاں قدم رنجہ فرمائے گا......تو قدردان میزبان قبل از وقت ہی اس کا راستہ دیکھے گا...... راہ میں کھڑا ہوگا......آنکھیں فرش راہ کرے گا......

چونکہ اسلام اعلیٰ اقدار و اخلاق کا حامل ہے......اس نے مسلمانوں کو یہ ترغیب دی ہے کہ خدا کے عظیم مہمان، رمضان، کی آمد شعبان کی انتسویں یا تیسویں شب کو ہوگی......تم اسکا انتظار بھی کرو اور اسکی راہ بھی دیکھو......

یعنی سرِ شام اپنی نگاہیں مطلع پر گاڑ دو...... چہرے آسمان کی طرف کرکے، اس کے قاصد، چاند کو دیکھو......کہ وہ نکل آیا ہے یا نہیں......اگر وہ طلوع ہو جائے تو سمجھ لینا......وہ مہمان گرامی بھی تشریف لے آیا ہے......چونکہ اس کی آمد چاند کی رونمائی کے متصل ہی ہو جاتی ہے۔

سامعین حضرات!......

آیئے......میں آپ کو اپنے آقا کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے چند فرمودات بھی سناتا چلوں......سنیئے! میرے اور تمہارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کتنے اہتمام کیساتھ ہلال رمضان کے استقبال کی اہمیت بتلا رہے ہیں......ذرا گوشِ محبت وا کیجیئے!......آواز آرہی ہے......

۱۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم لا تصوموا حتی تروا الھلال.

(مشکوۃ ۱۷۴)

یعنی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مسلمانو!) روزہ بعد میں رکھنا پہلے چاند کو دیکھ لو۔

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموا لرویتہ.

(مشکوۃ ۱۷۴)

یعنی رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر روزہ رکھو۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے آقا کا ارشاد یوں بھی سناتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احصوا ھلال شعبان لرمضان. (مشکوۃ ۱۷۴)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ رمضان کے روزوں کا استقبال کرنے کیلئے ماہِ شعبان کے چاند کی راتوں کو شمار کرتے رہو۔

تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مبارک مہمان سایہ فگن ہو جائے اور تم عدم توجہی کا شکار رہو...... اور اس کے استقبال میں کمی آجائے۔ اسلیے شعبان کا چاند گن گن کر گذارا کرو، جونہی وہ اپنے اختتام کو پہنچے اور ھلال رمضان طلوع ہو جائے تو پوری خندہ پیشانی اور پرتپاک سے اسکا استقبال کرو...... تمہیں ذہن نشین رہے کہ یہ کسی بادشاہ کا مہمان نہیں بلکہ تمہارے خدا کا مہمان ہے۔

رمضان میں سلامتی سے داخل ہونے کی دعا: حاضرین مکرم!......

صرف یہی نہیں بلکہ ہمارے آقا، تاجدار عرب وعجم، رسول مکرم، رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رجب کے مہینے میں بھی بارگاہ خداوندی میں دعا والتجاء کیا کرتے تھے۔ آپ کی دعا کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں!

۱۔ **اللھم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان**

(مشکوٰۃ ص ۱۲۱)

یا اللہ!...... رجب اور شعبان کے مہینوں کو ہمارے لیے بابرکت بنا دے اور ہمیں ماہِ رمضان میں سلامتی اور عافیت کیساتھ داخل فرما۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس سے کچھ مختلف الفاظ بھی مروی ہیں کہ جوں ہی رجب المرجب کا مہینہ شروع ہوتا، میرے آقا کے لب مبارک وا ہو جاتے، نورانی ہاتھوں کو اٹھا کر سر انور جھکا کر بارگاہِ ایزدی میں عرض گذار ہوتے:

اللھم بارک لنا فی رجب وشعبان وبارک فی رمضان

مولا!...... ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت رکھ دے اور ہمیں ماہِ رمضان کی برکات بھی عطا فرما!

معزز سامعین! غور کیا آپ نے......

ابھی رمضان کی آمد میں پورے دو ماہ باقی ہیں، ادھر رجب کا مہینہ شروع ہوتا ہے، ادھر زبان رسالت پر رمضان کے تذکرے ہونے لگتے ہیں، میرے کریم آقا ﷺ نے امت پر رحمت وشفقت کی انتہاء فرما دی...... اور آپ نے یہ دعا فرما کر امت کو متنبہ کیا

کہ دیکھو رمضان کس قدر عظمت والا...... برکت والا...... رحمت والا...... عزت والا اور شان ومرتبت والا مہینہ ہے کہ میں دو ماہ قبل ہی اسکی برکات کو پانے کی دعائیں اور التجائیں کر رہا ہوں......اندازہ کیجئے !اگر نبی کریم ﷺ کو رمضان المبارک کا اس قدر اشتیاق ہے......تو امتی تو اسکا شوق کس قدر ہونا چاہیئے!......

یہ میرے نبی پاک ﷺ کا ماہ رمضان المبارک کا استقبال وانتظار ہے۔اس میں ہم سب کیلئے اسوہ ونمونہ ہے...... خدا ہمیں اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

رمضان کا چاند دیکھ کر دعا کرو: گرامی قدر حضرات!......

ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے عرض کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو چاند دیکھنے کی تلقین فرمائی ہے......آپ کا معمول مبارک یہ تھا کہ آپ خود بھی پورے اہتمام کیساتھ چاند دیکھتے تھے......

ذرا تصور کیجئے! کہ وہ منظر کتنا حسین ہوگا، جب مدینے کا چاند آسمان کے چاند کو دیکھتا ہوگا۔سبحان اللہ!

ایک مخصوص دعا مانگا کرتے تھے......وہ دعا میں آپ حضرات کے گوش گذار کرنا چاہتا ہوں......

ذرا توجہ چاہوں گا...... سنیئے حضرات ۔۔۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جب چاند پر پڑتی ۔۔۔تو آپ یہ دعا مانگتے ۔۔۔

ھذا ھلال رشد وخیر، ھلال رشد وخیر، امنت بالذی خلقک. (نسائی)

یہ دیکھو! بھلائی اور خیر کا چاند نکل آیا، یہ خیر و برکت کا چاند ہے...... اے چاند جسنے تجھے پیدا کیا ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔

سبحان اللہ! کس قدر پر مغز اور جامع دعا ہے۔

رمضان کی آمد پر مبارکباد اور خوش آمدید کہنا: حضرات محترم!......

مہمان کی آمد پر ہم لوگ انتہائی مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہیں ایک دوسرے کو ہدیہ تہنیت پیش کرتے ہیں...... خوشی سے پھولے نہیں سماتے...... خندہ پیشانی سے ایک دوسرے کے گلے ملتے ہیں...... مبارکبادیوں کے تبادلے ہوتے ہیں...... مہمان کو خوش آمدید اور مرحبا کہتے ہیں، ہمارے سردار...... محبوب رب کردگار...... دو عالم کے مختار...... حضور نور الانوار علیہ صلوات الغفار...... کا معمول مبارک تھا کہ رمضان المبارک کی آمد پر آپ اسقدر خوشی کا اظہار فرماتے کہ اسے مرحبا اور خوش آمدید کہتے اور صحابہ کرام کو اس کی آمد کا پورا پورا احساس دلاتے، تاکہ آپ کی امت کو اس مبارک مہمان کی اہمیت و عظمت کا اندازہ ہو سکے...... میرے نبی کے اس خوشی بھرے انداز کو خود بیان کرتے ہیں، کہ رمضان المبارک کی آمد پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو فرماتے:

اتاکم رمضان سید الشھور فمرحبا بہ واھلا (مجمع الزوائد)

لوگو! تمہارے پاس وہ مہینہ آچکا ہے، جو تمام مہینوں کا سردار ہے...... ہم اسکی آمد پر اسے مرحبا اور خوش آمدید کہتے ہیں۔

اندازہ فرمائیں!...... جسے امام الانبیاء اور سردار عرب و عجم مرحبا فرمائیں، اسکی

عظمت و رفعت کا عالم کیا ہوگا؟......

دوسری روایت سماعت فرمائیے!......

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں...... جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے، صحابہ!

قد جآء کم رمضان شهر مبارک. (مسند احمد ۲/۳۸۵)

تمہارے پاس رمضان آچکا ہے، جو برکتوں والا مہینہ ہے۔

یعنی تمہیں مبارک ہو، تمہارے پاس وہ مہینہ آچکا ہے جو تمام مہینوں کا سردار ہے...... کیونکہ

اس میں رحمتوں اور برکتوں کی بارش موسلا دھار ہے۔

اسکا ادب کرنے والوں کیلئے جنت تیار ہے......

اور......روزے دار سے رب کو پیار ہے۔

رمضان کی آمد پر خیر و سلامتی کی دعا:

حضرات گرامی!......

استقبال رمضان کے متعلق کیا عرض کروں...... ہمارے ہاں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔

جنہیں رمضان المبارک کی فلک بوس عظمتوں کا ذرا بھر احساس نہیں......

انہیں احکام خداوندی اور فرامین نبوی کا کچھ بھی پاس نہیں......

ماہ رمضان المبارک اپنی تمام تر رحمتوں، برکتوں، سعادتوں، شرافتوں، طہارتوں اور عظمتوں کیساتھ تشریف لے آتا ہے، لیکن ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، وہ جس

طرح پہلے گناہوں اور نافرمانیوں میں ملوث ہوتے ہیں، اسی طرح بعد میں بھی بداعمالیوں میں مشغول رہتے ہیں......

ایسے لوگوں کیلئے آقائے کائنات نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائے مبارک عظیم نمونہ اور ہدایت کا ذریعہ ہے...... آپ اپنی امت کی تعلیم وتربیت کیلئے رمضان المبارک کی آمد پر یہ التماس کیا کرتے تھے:......

اللهم سلمني من رمضان وسلم رمضان لي وسلمه مني .

(کنز العمال)

یعنی خداوند! مجھے رمضان المبارک میں سلامتی، صحت اور تندرستی عطا فرما...... تاکہ میں تندہی کیساتھ اس کے روزے رکھ سکوں اور رمضان کو میرے لئے سلامتی اور حفاظت والا بنا اور اسے مجھ سے محفوظ کر دے تاکہ کہیں میں اس میں گناہ، نافرمانی، بے ادبی اور نامناسب افعال بجالا کر اسے ناراض نہ کر بیٹھوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مبارک دعا، صرف تعلیم امت کیلئے ہے، کیونکہ میرا نبی، معصوم عن الخطاء ہے، کوئی نبی بھی گناہگار، نافرمان اور بے ادب نہیں ہوتا، ہر نبی نیکی، فرمانبرداری، ادب، اعمال حسنہ، اخلاق کریمہ کا پیکر ہوتا ہے......

لہٰذا امت کو چاہیے کہ رمضان المبارک کی آمد پر اپنے نبی کی بتلائی ہوئی اس دعا کو بارگاہ خداوندی میں پیش کرے...... اللہ تعالیٰ سے خیر وسلامتی چاہیں...... امن وحفاظت مانگیں...... اور رمضان المبارک میں گناہوں اور نافرمانیوں کو ترک کر کے اسے محفوظ ومامون کر دیں تو دیکھیں کہ ان کیلئے کس قدر اجر عظیم تیار کیا گیا ہے۔

استقبالِ رمضان پر معافی کا پروانہ:

رمضان المبارک کا استقبال کرنے والو! تم بڑے خوش نصیب ہو، جو خدا کے مہمان کا استقبال کر رہے ہو!......

لوگ زمین کے مہمانوں کا استقبال کرتے ہیں تم آسمان کے مہمان کا استقبال کر رہے ہو......

دنیادار فرش کے مہمانوں کا استقبال کرتے ہیں......ارے لوگو! تم تو عرش کے مہمان کا استقبال کر رہے ہو......

مبارک ہو!...... کیونکہ رمضان کا استقبال کرنا ہر کسی کا کام نہیں...... یہ مہمان بھی خدا کا ہے اور اسکے آداب بجالانے کی توفیق بھی بارگاہ خداوندی سے ہی ملتی ہے۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں

میں اس پر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پیش کرنا چاہتا ہوں۔ سنیئے! اور اپنا ذوق تازہ کیجئے......اور اندازہ فرمائیں کہ رمضان کا استقبال کرنے والوں کو بارگاہ خداوندی سے کیا کیا انعام ملتا ہے......

یہ آج کی بات نہیں......ذرا تصور کیجئے دورِ نبوی کی بات ہے......

یہ ارضِ مدینہ کی بات ہے......

میرے آقا کی ذات ہے۔۔۔

رحمت کی برسات ہے......

نور بھرے لمحات ہیں......

صحابہ کی عجب کیفیات ہیں......

حسین احساسات ہیں......

رمضان المبارک آ رہا ہے......

صحابہ کے دلوں کو لبھا رہا ہے......

وہ استقبال رمضان کیلئے کمربستہ ہیں......

دیوانے مچل رہے ہیں......

نور کے ساغر اچھل رہے ہیں......

چہروں پر انوار ہیں......

عشاق روزوں کیلئے تیار ہیں......

میرے نبی نے جب ان کے جذبات واحساسات کو ملاحظہ فرمایا......تو آپ نے ان کی خوشیوں کو عروج ثریا تک پہنچانا چاہا، فرمایا:

صحابہ!......جانتے ہو تم کس کا استقبال کر رہے ہو، اور تمہارا کون استقبال کر رہا ہے......یعنی اس استقبال کے بدلے میں تمہیں کیا کچھ عطا کیا جائے گا......

تم رمضان کا استقبال کر رہے ہو تو تمہارا ابھی کوئی استقبال کر رہا ہے......

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گذار ہوئے......یارسول اللہ!......(ہم تو رمضان المبارک کا استقبال کر رہے ہیں، باقی رہا کہ ہمارا استقبال کون کر رہا ہے تو)

شاید آپ پر وحی اترنے والی ہے (جو ہمارے متعلق کوئی نوید سنائے گی) یا کوئی نیا حکم لائے گی

یا ہم دشمن کا مقابلہ کرنے والے ہوں گے......(اور اس کے نتیجے میں شہادت

یا مال غنیمت پائیں گے)

آپ نے فرمایا ...... نہیں، نہیں ...... ان دونوں میں سے کوئی بھی بات نہیں ...... نہ تو وحی نیا حکم لے کر اترنے والی ہے ...... اور نہ ہی تمہارا کسی دشمن سے مقابلہ ہوگا ...... بلکہ بات یہ ہے کہ تم ایسے رمضان کا استقبال کر رہے ہو جسکی پہلی رات ہی میں تمام اہل قبلہ (مسلمانوں) کو معاف کر دیا جاتا ہے ...... (سنن کبریٰ /١٦٦)

تو گویا تم رمضان کا استقبال کر رہے ہو، اور خدا کی مغفرت اور جنت تمہارا استقبال کر رہی ہے۔

جنت سجائی جاتی ہے:

اور یہ بات حدیث پاک سے ثابت ہے کہ روزے داروں کیلئے جنت کو سجا دیا جاتا ہے ...... رمضان بعد میں تشریف لاتا ہے اور استقبال رمضان کے طور پر جنت کو پہلے آراستہ کر دیا جاتا ہے۔

صرف یہاں ہم ہی رمضان کا استقبال نہیں کرتے، بلکہ آسمانوں میں بھی رمضان کی آمد کے چرچے ہوتے ہیں ...... اور اہل جنت اس کے انتظار میں جنت کو بناؤ سنگھار کرتے ہیں ...... سماعت فرمایئے! ......

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ......

ان النبی ﷺ قال:

بے شک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا

ان الجنۃ لتزخرف لرمضان من رأس الحول الی حول قابل

بے شک رمضان المبارک کے استقبال کیلئے ایک سال سے لے کر دوسرے سال کی آمد تک جنت کو آراستہ اور مزین کیا جاتا ہے......اس کے حسن و جمال......خوبی و کمال......زیب و زینت......آرائش و زیبائش......بناؤ و سنگھار......نکھار و شدگار...... نزہت وطراوت اور خوشبو و مہک میں اضافہ کیا جاتا ہے......

فاذا کان اول یوم من رمضان ......

پھر جب رمضان کا پہلا دن آتا ہے۔

هبت ریح من تحت العرش ......

تو عرش کے نیچے سے ٹھنڈی، ٹھنڈی......بھینی، بھینی......عطر بیز اور مہک آمیز ہوائیں چلتی ہیں......

فنشرت من ورق الجنة علی الحور العین......

اور جنت کے معنبر پتوں کو بوسے دیتے ہوئے گزرتی ہیں، تو مزید معطر ہو کر حسین وجمیل حوروں تک پہنچ جاتی ہیں......ان کے سینوں میں بہار اور روحوں میں نکھار پیدا ہوتا ہے......پھولوں جیسے جسم مزید کھل اٹھتے ہیں......حوریں مچل جاتی ہیں...... انہیں یقین ہو جاتا ہے......کہ آج رمضان کا مہینہ اہل ایمان پر کرم فرما ہو چکا ہے...... مسلمان روزے بجالا کر جنت میں آرہے ہیں......اور ہمارا گوہر مقصود حاصل ہونے والا ہے......ان کی خوشیوں کی انتہا نہیں رہتی......وہ پھولیں نہیں سماتیں......وہ بارگاہ خداوندی میں آرزومند ہوتی ہیں......اور حصول مراد کیلئے لب تمنا وا کرتی ہیں:

فیقلن یا رب اجعل لنا من عبادک ازواجا

پھر وہ عرض کرتی ہیں، پروردگارا!......اپنے بندوں کو ہمارے خاوند بنا دے

تقر بھم اعیننا و تقر اعینھم بنا. (مشکوٰۃ ۱۷۴)

تاکہ ان سے ہمیں چین ملے اور وہ ہم سے سکون حاصل کریں......

مومنو کمر ہمت باندھ لو!:

مسلمانو!...... کمر بستہ ہو جاؤ!۔ کیونکہ اب وہ مہینہ آ رہا ہے...... کہ جس میں حورانِ بہشت روزہ داروں کیلئے ان کے جنت میں داخل ہونے کی دعا کریں گی...... اور ان کی دعائیں ضرور قبول ہوں گے...... اور روزے دار اللہ کے فضل و کرم سے ضرور بضرور جنت کے مہمان بنیں گے...... انشاء اللہ......

خوش بختو مبارک ہو!...... وہ بابرکت مہینہ تشریف لا رہا ہے.........

کہ جس کی تشریف آوری پر ہم گنہگاروں کیلئے رحمت کے دروازے کھل جائیں گے۔ آسمان کے دروازے کھل جائیں گے...... جنت کے دروازے کھل جائیں گے...... دوزخ کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں گے...... شیطانوں کو طوق پہنا دیئے جائیں گے...... سرکش جنوں کو جکڑ دیا جائیگا تاکہ کوئی خناس کسی مسلمان کو رمضان میں نیکی اور عبادت کرنے سے روک نہ سکے...... نماز اور ذکر سے ٹوک نہ سکے......

اور مسلمان ہر طرح سے آزاد ہو کر روزے رکھیں...... تراویح پڑھیں...... تلاوت قرآن کریں...... اعتکاف کے مزے لوٹیں...... شب قدر کے انوار و برکات کو اپنے دامنوں میں سمیٹیں...... اور بارگاہ خداوندی میں بامراد ہو جائیں......

عاشقو!...... مژدہ باد!......

کہ وہ ماہِ عظیم جلوہ بار ہو رہا ہے

جسمیں عبادتوں کا اجر بڑھ جائے گا...... عشاق کو ذکر و فکر اور تلاوت کا نشہ چڑھ جائے گا...... ہر سو رحمتوں کے ڈیرے ہوں گے...... برکتوں کے سویرے ہوں گے...... بخششوں کے پھریرے ہوں گے...... کرم کی برکھا چار سو برسے گی......

نفل پڑھنے سے فرض کا ثواب ملے گا...... فرض کا اجر ستر فرضوں کے برابر کر دیا جائیگا...... سحری کا الگ ذوق ہوگا...... افطاری کا مزہ دنیا کے تمام مزوں پر فوق ہوگا......

روزہ داروں کی دعاوؤں کو شرف بازیابی سے نوازا جائیگا...... سیاہ کاروں کو رحمت الٰہی پکار پکار کر مشرف فرمائے گی......

ماحول پرنور ہوگا...... سینوں میں سرور ہوگا...... چہروں پر نور ہوگا...... مسجدیں آباد ہوں گی...... سینما گھر بے آباد ہوں گے...... نمازوں کے بعد لوگ قرآن پڑھیں گے...... خصوصاً تراویح میں ختم قرآن، کا اہتمام ہوگا...... ہمارے پاس رمضان ہوگا...... زبانوں پر قرآن ہوگا تو انشاء اللہ العزیز خدا کی طرف سے ہم گنہگاروں کی بخشش کا اعلان ہوگا......

اور شیطان اپنی بے بسی پر حیران و پریشان ہوگا۔

جان لو! کہ یہ سارے انعام اسی کو ملیں گے جو بندہ مسلمان اور تابع فرمان ہوگا......

آئیں!...... ہم سب ملکر بارگاہ رب العزت میں عرض کریں...... پروردگارِ عالم!...... تیرا عظیم مہمان...... رمضان شریف سایہ فگن ہو رہا ہے، ہمیں اس کے آداب بجالانے کی توفیق عطا فرما!

ہمیں روزے رکھ کر اپنی رحمت و مغفرت کا مستحق بنا!

ہمیں توفیق عطا فرما!...... کہ ہم اس ماہِ مبارک میں تلاوت، تراویح، تسبیحات، تہلیلات، اور ذکر و فکر، نماز و نیاز اور حمد و ثنا بجا لاسکیں...... اور تیری رحمتوں...... نوازشوں...... عنایتوں اور برکتوں کو لوٹ سکیں......

آمین بجاہ نبیک الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

و آخر دعوای ان الحمد للہ رب العالمین

================

دوسرا بیان

فضائلِ رمضان

خطبہ

الحمد للّٰہ وکفٰی، والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہٖ محمدن المصطفٰے وعلی آلہ المجتبیٰ واصحابہٖ وامتہٖ جمیعًا اما بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن...... الآیۃ.

صدق اللہ العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم ،ونحن علی ذلک من الشاھدین و الشاکرین، والحمد للہ رب العالمین.

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلی الک واصحابک یا حبیب اللہ

حضرات محترم......معزز سامعین کرام!......

گفتگو سے قبل میں تمام حاضرین وسامعین کو صمیم قلب سے مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ ہم گنہگاروں، سیاہ کاروں اور خطا کاروں کی زندگیوں میں، تمام مہینوں کا سردار، رمضان المبارک اپنی تمام تر سایہ گستریوں......کرم فرمائیوں......جلوہ گریوں اور الطاف ومہربانیوں کے ساتھ تشریف لا چکا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک.

ع ایں سعادت بزور بازو نیست

محترم سامعین!......

آج کی گفتگو کا عنوان ہے، "فضائل رمضان"

یعنی جو مہمان ہمارے ہاں تشریف فرما ہے اس کی فضیلت کیا ہے، اور اس کی عظمت کیا ہے؟

کیونکہ جب تک کسی کے فضائل کا علم نہ ہو آدمی اس کی قدر کماحقہٗ کرنے سے قاصر رہتا ہے......

اس لیئے ہم پر ضروری ہے کہ ہم پہلے اس ماہِ مبارک کے فضائل اور کمالات کو جانیں اور اس کی کماحقہٗ قدر کریں تا کہ یہ ماہ مقدس ہمارے لیئے نوید مغفرت کا سامان ہو جائے......

محترم حضرات!...... اللہ کی توفیق اور اس کے حبیب کی رحمت کا صدقہ اس کے چند فضائل پیش خدمت ہیں ......اور بیان میرا ہوگا جبکہ فرمان خدا و مصطفیٰ جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا...... میں صرف سنانے والے ہوں...... باقی سب کچھ اللہ ورسول جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کا ہے...... لہٰذا پورے ذوق اور محبت کیساتھ تشریف رکھیں۔

شہر رمضان: حضرات گرامی......

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کا وہ مقدس مہینہ ہے کہ بارہ مہینوں میں صرف ایک یہی مہینہ ہے کہ جس کا نام قرآن میں آیا ہے...... اسلامی کیلنڈر کے مطابق یہ نواں مہینہ ہے...... اسلامی سال کے بارہ مہینوں میں سے کوئی مہینہ ایسا نہیں کہ جسکا نام بے معنیٰ، بے مقصد اور نامناسب ہو...... ہر ماہ کے نام میں معانی اور مفاہیم کی فراوانی اور مطالب ومقاصد کی کثرت ہے......

رمضان اللہ کا نام:

آیئے! ...... ذرا ماہ رمضان کی معنوی اور لغوی اعتبار سے عظمت و رفعت ملاحظہ کرتے ہیں۔

لفظ رمضان کے متعلق علماء، مفسرین کا پہلا قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے...... جس طرح رحمان اللہ تعالیٰ کا نام ہے...... اس پر دلیل یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے:

لا تقولوا جآء رمضان و ذهب رمضان ولكن قولوا جآء شهر رمضان فانّ رمضان اسم من اسمآء الله تعالىٰ ،

(تفسیر کبیر ۹۱/۵، روح البیان ۲۲۲/۳ ودیگر)

یعنی، اے مسلمانو! ...... یوں نہ کہا کرو کہ رمضان آگیا اور رمضان چلا گیا، بلکہ ایسے کہا کرو کہ رمضان کا مہینہ آگیا (اور رمضان کا مہینہ چلا گیا) کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک نام ہے۔

اسی طرح ایک دوسری روایت، جسے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرفوع بیان کیا ہے، اسمیں یہ الفاظ ہیں۔

لا تقولوا رمضان فان رمضان اسم من اسمآء الله تعالىٰ ولكن قولوا شهر رمضان (عمدۃ القاری، فتح الباری بحوالہ حاشیہ بخاری حصہ اول صفحہ ۲۵۵)

اے لوگو! ...... صرف رمضان نہ کہا کرو بلکہ ماہِ رمضان کہا کرو کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک نام ہے۔

سامعین کرام!

اس بات کی تائید قرآن کے انداز سے بھی ہو رہی ہے مثلاً:......

اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان المبارک کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن ......الآیه

وہ ماہِ رمضان ہے جسمیں قرآن نازل کیا گیا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب یہی ہے کہ رمضان، کہنے کی بجائے ''ماہِ رمضان'' یا ''رمضان کا مہینہ'' کہا جائے......

یہ خدا کی سنت ہے......اور چونکہ مذکورہ بالا احادیث میں اسے اللہ تعالیٰ کا نام بتایا گیا ہے......لہٰذا جتنا ادب کریں گے، اتنا ہی زیادہ اجر وثواب پائیں گے۔

تو معلوم ہوا کہ شہر رمضان کا معنیٰ ہے ''اللہ کا مہینہ''

رمضان اللہ کا مہینہ کیوں؟

اسے اللہ کا مہینہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر مہینہ میں خاص اوقات اور خاص تاریخوں میں بلکہ ان تاریخوں میں بھی مخصوص لمحات میں اللہ کی عبادت ہوتی ہے مثلاً:

دن رات میں پانچ نمازیں مخصوص اوقات میں ادا ہوتی ہیں۔

ذوالحجہ کی خاص تاریخوں میں حج ہوتا ہے۔

محرم کی دس تاریخ کو روزہ رکھا جاتا ہے۔

مگر اس مہینے میں

دن ہو یا رات......صبح ہو یا شام......دوپہر ہو یا تہجد......

ہر آن، ہر وقت اور ہر گھڑی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی ہے......

روزہ، تراویح، تلاوت قرآن، تہجد، فرائض، نوافل، تسبیحات وتہلیلات یہ سب اللہ ہی کے

کام ہیں...... بلکہ روزے کی حالت میں اگر نوکری، مزدوری اور تجارت وغیرہ کی جائے تو بھی انسان اجروثواب کا حقدار بن جاتا ہے، اور وہ بھی عبادت قرار پاتا ہے۔

بلکہ اللہ کی رحمت کے مزید نظارے دیکھئے!......

اس ماہ میں روزہ رکھنا عبادت۔۔۔۔رکھوانا عبادت

روزہ کھولنا عبادت۔۔۔۔کھلوانا عبادت

تراویح پڑھنا عبادت۔۔۔۔پڑھانا عبادت

روزے کی حالت میں سونا عبادت

افطاری کے بعد تراویح کا انتظار کرنا عبادت

گویا:......

ماہِ رمضان کی ہر آن میں خدا کی شان دکھائی دیتی ہے، اس لیے ''اسے خدا کا مہینہ'' کہا جاتا ہے۔

گناہوں سے پاک کرنے والا مہینہ: مکرم حاضرین! توجہ فرمائیں......

لفظ رمضان کا معنیٰ کیا ہے، اس کے متعلق اہل لغت کا قول یہ ہے کہ

قال الخليل ماخذه من الرمضاء وهو مطرياتي في الخريف فسمي هذا الشهر رمضان لا نه يغسل الابدان من الأثام غسلا و يطهر القلوب تطهيرا. (تفسیر کبیر صفحہ ۱۲۱۔۲۰ جلد دوم)

یعنی خلیل نحوی کا قول ہے کہ رمضان کا لفظ رمضاء سے لیا گیا ہے اور رمضاء، اس بارش کو کہتے ہیں جو موسم خریف (خزاں) میں آ کر زمین کو دھو ڈالتی ہے......تو اس ماہ

کو رمضان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مہینہ بدنوں کو گناہوں سے اچھی طرح دھوڈالتا ہے اور دلوں کی گردوغبار کو پوری طرح صاف کردیتا ہے۔

جب دلوں کی گردوغبار دھل جاتی ہے...... اور انوار خداوندی کی برسات ہوتی ہے تو اعمال کی کھیتی ہری بھری ہوکر لہلہانے لگتی ہے۔

حضرات گرامی!، توجہ فرمائیں!......

ساون میں روزانہ بارشیں چاہییں ...... اور...... بھادوں میں چار جبکہ اساڑ (ہاڑ) میں صرف ایک بارش کی ضرورت ہوتی ہے، جس سے کھیتیاں پک جاتی ہیں......

تو یوں سمجھیے!...... کہ سال کے گیارہ مہینوں میں مسلسل نیکیاں ہوتی رہتی ہیں...... اطاعت وفرمانبرداری کا تسلسل رہتا ہے، عبادت وریاضت کا ایک مربوط سلسلہ ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ماہِ رمضان جلوہ گر ہوجاتا ہے جب مسلمان اس مہینہ میں کمر اطاعت باندھ لیتا ہے، نیکیوں میں مشغول اور فرمانبرداریوں میں مصروف ہوجاتا ہے، ہر آن نیکی وکار خیر بجالاتا ہے تو رمضان کی ان نیکیوں کی وجہ سے بارہ ماہ کی نیکیاں پک جاتی ہیں...... ان میں بہار آجاتی ہے...... وہ سرسبز وشاداب ہوکر لہلہا اٹھتی ہیں اور انہیں دیکھ کران کا خالق ومالک خوش ہوجاتا ہے اور عمل کرنے والوں کو نوید جنت سنادیتا ہے

گناہوں کو جلادینے والا مہینہ: حاضرین ذی وقار!...... ذہن حاضر رکھیں رمضان کا ایک دوسرا معنیٰ عرض کرنا چاہتا ہوں، ذرا ذوق کا طلبگار رہوں!......

تو سنیئے...... حضرات...... لفظ رمضان کا دوسرا معنیٰ!......

اہل لغت کا کہنا ہے کہ رمضان کا لفظ "رمض" سے بنا ہے

علامہ راغب اصفہانی کہتے ہیں:......

شهر رمضان هو من الرمض اي شدة وقع الشمس

(المفردات صفحہ ۲۰۳)

یعنی رمضان رمض سے اخذ کیا گیا ہے، جسکا معنیٰ ہے سورج کی گرمی کا شدت سے پڑنا، اس کے علاوہ رمض، مطلقاً جلنے، گرم ہونے، سخت دھوپ اور گرمی کی شدت وحدت کو بھی کہتے ہیں، جس کی وجہ سے زمین، اور پتھر وغیرہ شدید گرم ہو جاتے ہیں اور چلنے والوں کے پاؤں جلتے ہیں۔

اب اگر رمضان کا معنیٰ "جلنا اور سخت گرمی کا کیا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ جسطرح بھٹی کی حدت اور گرمی سے لوہے کی میل کچیل صاف ہو جاتی ہے، اسی طرح چونکہ مسلمان اس ماہ میں بھوک اور پیاس کی تپش برداشت کرتے ہیں اور اس کے روزوں کی حدت اور گرمی جو سینے میں پیدا ہوتی ہے وہ ایمان والوں کے گناہوں کو جلا ڈالتی ہے......انہیں گناہوں سے پاک کر دیتی ہے ان کی خطائیں ڈھل جاتی ہیں...... لغزشیں معاف ہو جاتی ہیں......درجے بلند ہو جاتے ہیں......نصیب اونچے ہوتے ہیں اور بندۂ گنہگار، رب کردگار کا قرب پالیتا ہے۔

اس لیئے اسے رمضان کہتے ہیں......

محتشم سامعین! یہ معنیٰ صرف اہل لغت نے ہی بیان نہیں کیا، بلکہ احادیث مبارکہ بھی اس معنیٰ کی تائید وتصدیق کرتی ہیں۔ چنانچہ

چند احادیث طیبہ سماعت فرمائیں!......

○ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

سمی رمضان لا نه رمض الذنوب. (الجامع الصغیرج ص۱۰۲)

رمضان کو صرف اسی لیئے رمضان کہا جاتا ہے کہ یہ مہینہ گناہوں کو جلا ڈالتا ہے۔ یعنی اس کی برکت سے روزہ دار کے گناہ جل کر ختم ہو جاتے اور مسلمان گناہوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔

○ ایک دوسری روایت میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یا ایها الناس قد اظلکم شهر عظیم

اے لوگو!..... تمہارے پاس ایک عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے

اس روایت میں یہ جملے بھی ہیں:

وهو شهر اوله رحمة و اوسطه مغفرة و آخره عتق من النار

رمضان المبارک ایسا مہینہ ہے کہ

اسکا پہلا عشرہ، یعنی پہلے دس دن، رحمت کے دن ہیں،

دوسرا عشرہ، یعنی دوسرے دس دن، مغفرت و بخشش کے دن ہیں

اور تیسرا عشرہ، یعنی آخری دس دن، دوزخ سے آزادی کے دن ہیں۔

یعنی اس ماہِ مبارک کی وجہ سے مسلمان کو رحمت ملتی ہے..... مغفرت و بخشش حاصل ہوتی ہے... حتیٰ کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں..... اسے جنت کی بشارت مل جاتی ہے اور وہ گناہوں سے پاک اور صاف ہو کر جنت کا مہمان بن جاتا ہے۔

حضرات محترم ..... یہاں تک تو لفظ "رمضان" کے معانی کے اعتبار

گذارشات پیش کی گئی ہیں۔ چونکہ ماہ رمضان المبارک کے اور بھی کئی نام ہیں، اسلیئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بھی بیان کر دیا جائے۔

صبر کا مہینہ: معزز سامعین!......

ماہ رمضان المبارک کے ناموں میں......ایک نام ہے

شهر الصبر

یعنی صبر کا مہینہ......

جیسا کہ حدیث مبارک میں امام الانبیاء محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وهو شهر الصبر. (مشکوٰۃ ۱۷۴)

اور رمضان المبارک صبر کا مہینہ ہے۔

- اس ماہ مبارک کو صبر کا مہینہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ روزہ رکھنا صبر ہے

جیسا ایک روایت میں ہے:

الصائم الصابر (مشکوٰۃ ص ۱۳۶۵)

یعنی روزہ رکھنے والا صابر ہے

کیونکہ روزے دار کو روزے کی حالت میں بھوک ستاتی ہے......

تو وہ صبر کرتا ہے......

پیاس کی شدت ہوتی ہے......تو وہ صبر کرتا ہے۔

کوئی گالی دیتا ہے ....تو وہ صبر کرتا ہے

کوئی جھگڑنا چاہتا ہے ....تو وہ صبر کرتا ہے

کوئی فحش بات کہتا ہے ....تو وہ صبر کرتا ہے

نفس کی خواہشات ہوتی ہے ....تو وہ صبر کرتا ہے

شیطانی وسوسے آتے ہیں ....تو وہ صبر کرتا ہے

روزے دار کو سبق ہی یہ دیا گیا ہے کہ

اذا کان یوم صوم احد کم فلا یر فث ولا یصخب فان سآبه احد او قا تله فلیقل انی امرؤ صائم. (بخاری ۱/۲۵۵)

یعنی جب کوئی مسلمان روزے کی حالت میں ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ فحش گوئی اور نا مناسب حرکات کا ارتکاب نہ کرے اور اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے جھگڑنا چاہے تو وہ صبر کرے

اور اس کی گالی کا جواب گالی سے نہ دے.....لڑائی کا جواب لڑائی سے نہ دے بلکہ خود کو ان کاموں سے روک لے اور صرف یہ کہے کہ بھائی! تو گالی دے نہ دے تیری مرضی......جھگڑا کر نہ کر تیری مرضی......میں نہ گالی دوں گا اور نہ تجھ سے جھگڑا کروں گا کیونکہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔

چونکہ روزہ صبر، درگزر اور برداشت کرنے کا درس دیتا ہے اس لیے میں بے صبری پر اتر کر تیرا مقابلہ ہرگز نہیں کروں گا۔ اور صابروں کی فہرست سے اپنا نام خارج نہیں کروں گا۔ لہٰذا میرے لیئے صبر ہی کافی ہے۔

حضرات محترم!

صبر کا یہ انداز اور برداشت کرنے کی ایسی قوت انسان کو روزے کی برکت سے نصیب ہوتی ہے اور چونکہ فرض روزہ ماہ رمضان المبارک میں ہی رکھا جاتا ہے، اور پورا

مہینہ اس صبر کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اس لیے اس مہینہ کا نام ہی پڑ گیا ''شھر الصبر'' یہ صبر کا مہینہ ہے۔

غمخواری کا مہینہ: محترم سامعین!......

حدیث پاک میں رمضان المبارک کو

شھر المواساة. (مشکوٰۃ ۱۷۳)

غمخواری کا مہینہ بھی قرار دیا گیا ہے۔

غمخواری کا معنی ہے: غمگساری، ہمدردی، کسی کے دکھ میں شریک ہونا مصیبت یا دکھ میں کسی کا ساتھ دینا......اور کسی کے غم کو محسوس کرنا۔

مشکوٰۃ شریف کے پہلے شارح، صاحب مشکوۃ کے استاذ جلیل حضرت امام طیبی بیان کرتے ہیں:......

فیہ تنبیہ علی الجود والاحسان علی جمیع افراد الانسان سیما علی الفقرآء والجیران (حاشیۃ مشکوۃ ۱۷۳)

یعنی رمضان المبارک کو غمخواری کا مہینہ کہہ کر مسلمان کو اس بات پر آگاہ کیا گیا ہے کہ وہ اس مبارک و پر سعادت ماہ میں انسانیت کے تمام افراد اور بالخصوص فقرآء و مساکین اور ہمسایوں پر جود و احسان اور سخاوت کرے۔

کیونکہ اس مہینہ میں رحمتوں، برکتوں، عنائتوں اور نوازشوں کے دروازے کھلے ہوتے ہیں، جونہی انسان اپنے خالق و مالک اور پرودگار کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنی سخاوت اور دولت کے دروازے کھولے گا......اسی وقت اللہ رب العزت اس کے

لئے جنت کے در کھول کر اپنی رحمت وعنایت سے نواز دے گا۔

ماہِ رمضان اور رسول اللہ ﷺ کا تفضّل واحسان: گرامی قدر حضرات!

ماہِ رمضان المبارک میں صرف ہم امتیوں کو ہی تفضّل واحسان...... جود و سخاوت اور غمخواری وہمدردی کی ترغیب نہیں دی گئی...... بلکہ میرے آقا، تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم...... اگرچہ ہر وقت جود وسخا اور لطف وکرم فرماتے اور کسی سائل کو بے مراد اور خالی نہ لوٹاتے تھے...... لیکن ماہ رمضان میں تو آپ کی سخاوت...... لطف...... کرم...... فضل...... احسان اور بندہ نوازی کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا اور آپ بے نواؤں...... ناداروں...... بے مرادوں...... سائلوں...... منگتوں...... اور حاجت مندوں کو بلا، بلا کے نوازتے......

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ماہِ رمضان میں حضور اکرم ﷺ کے فضل واحسان کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل شہر رمضان طلق کل اسیرو اعطی کل سائل.

(مجمع الزوائد ص ۱۵ ج ۳، مشکوٰۃ ۱۷۴، درمنثور ۱۸۵)

یعنی جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قیدی کو رہا کر دیتے اور ہر مانگنے والوں کو عطا فرماتے۔

دوسری روایت بھی ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

کان اجود مایکون فی رمضان حین یلقاہ جبرئیل و کان یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیدا رسہ القرآن فلرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود بالخیر من الریح المرسلۃ (بخاری ۱/۴)

یعنی رمضان کی پرنور گھڑیوں میں جب فرشتوں کے استاد جبرئیل امین، نبیوں کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کرتے تو رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء سخت، تیز آندھی سے بھی زیادہ جودوکرم...... اور لطف وسخا فرماتے تھے اور خیر تقسیم کرتے۔

محترم حضرات! اس حدیث پاک میں ایک لفظ ''الخیر'' استعمال ہو رہا ہے جس کی تشریح کرتے ہوئے کرمانی شرح بخاری کے حوالے سے حاشیہ میں لکھا ہے

ولفظ الخیر شامل لجمیع انواعہ بحسب اختلاف حاجات الناس وکان صلی اللہ علیہ وسلم یجود علی کل واحد منھم بما یسد خلتہ۔

یعنی اس روایت میں جو لفظ خیر وارد ہوا ہے وہ اپنی تمام اقسام وانواع کو شامل ہے۔لوگوں کی حاجات،ضروریات اور احتیاجات کی تمام اقسام کیلئے ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم ہر ایک حاجت مند پر علیحدہ علیحدہ یوں مہربانی اور کرم فرماتے کہ اس کی ضرورت وحاجت پوری ہو جاتی...... اور وہ بارگاہ رسالت سے دامنِ مراد پر کرکے لوٹتا...... پھر اسے کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے کی ضرورت ہی نہ رہتی تھی۔(سبحان اللہ)

کسی نے کیا خوب کہا ہے:......

منگتے خالی ہاتھ نہ لوٹے کتنی ملی خیرات نہ پوچھا
ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

حضرات محترم!

ثابت ہوا کہ اس ماہِ رمضان میں خدا اور مصطفٰے (جل جلالہ، وصلی اللہ علیہ وسلم) دونوں کی طرف سے فضل واحسان اور نوازش وعنایت کے دروازے کھل جاتے ہیں...... لہٰذا بندوں کو بھی چاہیے کہ وہ اس مبارک مہینے میں ہمدری...... غمخواری...... غریب نوازی...... مسکین پروری...... غمگساری...... خیرخواہی کے جذبے سے سرشار ہوکر رحمت خداوندی اور قرب نبوی کا حقدار بن جائیں۔

وسعتِ رزق کا مہینہ: معزز حاضرین!......

حدیث نبوی میں رمضان المبارک کو "وسعتِ رزق کا مہینہ" بھی قرار دیا گیا ہے...... ارشاد نبوی ہے:

شهر يزاد فيه رزق المؤمن (مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

یعنی رمضان المبارک ایسا مہینہ ہے کہ اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے گویا رمضان المبارک کی جلوہ گری سے مسلمان کے اجر وثواب اور مدارج ومراتب میں تو اضافہ ہوتا ہی ہے...... کمال یہ ہے کہ اس ماہ میں اس کے رزق کو بھی زیادہ کر دیا جاتا ہے......

یہ چیز روز روشن کی طرح نمایاں ہے...... ہر کوئی اسکا مشاہدہ کرتا ہے...... کہ رزق کی کشادگی کسی ایک کیساتھ مخصوص نہیں...... بلکہ

غریب ہو یا امیر...... مفلس ہو یا غنی...... نادار ہو یا مالدار

ہر کسی کے رزق میں...... روزی میں...... ماکولات ومشروبات میں کشادگی
......فراخی اور زیادتی ہو جاتی ہے۔

ہم نے ایسے سینکڑوں غریب اور نادار لوگ دیکھے ہیں کہ جنہیں دوسرے ایام میں ان نعمتوں اور لذتوں کا نام سننا نصیب نہیں ہوتا جنہیں وہ ماہ رمضان میں تناول کر لیتے ہیں۔

بالخصوص افطاری کے وقت تنگ دست لوگوں کے گھروں میں اس قدر نعمتیں پہنچ جاتی ہیں، جن سے وہ روزہ کھولنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں...... یہ سب کچھ کیا ہے؟...... یہ وہی حقیقت ہے کہ بندۂ مومن کا زق بڑھ گیا ہے اور اس کی روزی میں اضافہ کر دیا گیا ہے اور اسے اپنے گھر بیٹھے بٹھائے سب کچھ مل رہا ہے۔

حدیث پاک کا ایک اور مفہوم: حضرات ذی وقار!......

عام طور پر اس حدیث کا یہی معنی بیان کیا جاتا ہے کہ ماہِ رمضان میں مسلمان کے رزق...... روزی...... مال...... اسباب اور اشیاء خورد ونوش میں اضافہ ہو جاتا ہے...... جبکہ بعض افراد کی زبان سے سنا گیا ہے کہ ماہِ رمضان میں ہم تو پہلے سے زیادہ نادار اور تنگ دست ہو گئے ہیں۔

تو اسکا کیا جواب ہے؟...... سنیے...... حضرات!

جہاں تک حدیث رسول اور ارشاد محبوب کا تعلق ہے وہ اپنی جگہ برحق، مسلم اور بے غبار ہے...... باقی رہا یہ معاملہ کہ بعض لوگوں کے رزق میں کمی کیوں ہوتی ہے...... تو اس کے متعلق سیدھی سی بات یہی ہے کہ

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم الآیہ (الشوری ۳۰)
یعنی تمہیں جو مصیبت پہنچی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی سے ہے۔

یہ مصائب...... یہ آلام...... یہ دکھ...... یہ صدمے...... یہ رزق میں کمی......اور یہ تنگ دستی ہماری اپنی ہی کارستانیوں کا نتیجہ ہے...... یہ سب کچھ ہمارا اپنا ہی کیا دھرا ہے۔تو گویا کمی ہماری طرف سے ہے، اللہ کی جانب سے نہیں۔

دوسری بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ بعض اوقات بندے پر آزمائش اور ابتلاء کی گھڑیاں بھی ہوتی ہیں...... مال...... رزق اور کاروبار میں کمی کر کے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو آزمانا چاہتا ہے۔جیسا کہ فرمایا:

لنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات......الآیۃ۔(البقرہ،۱۱۵)

اس طرح وہ اہل دنیا پر واضح کر دینا چاہتا ہے کہ دیکھ لو!...... یہ میرا بندہ ہے...... میں نے اس پر رزق کے دروازے کھولے تو اس نے ہر قدم پر میرا شکر ادا کیا......اور میرا دیا ہوا مال میرے راستے میں خرچ کرتا رہا ہے۔اب اگر میں نے اس کے مال واسباب میں کچھ کمی کی ہے......تو اس نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا...... یہ ہر حال میں صابر رہا ہے۔لہٰذا میں اس پر خوش ہو چکا ہوں......اور اسے بشارتمنی ہے اور اس پر اللہ کی طرف سے برکات اور رحمتیں نازل ہوتی۔(البقرۃ ۱۵۵ تا ۱۵۷ مفہوماً)

تو معلوم ہوا کہ بعض مرتبہ بندے کی آزمائش کے طور پر اس کے رزق میں بظاہر کچھ کمی کر دی جاتی ہے۔

اس صورت میں بندے کو پورا پورا احتیاط رہ کر، صبر کے دامن کو مضبوطی سے تھام رکھنا چاہیے...... تاکہ کہیں اسکا شمار ناشکری کرنے والوں میں نہ ہو جائے...... اللھم لا تجعلنا منھم۔

تیسری بات یہ ذہن میں رکھیں کہ اس حدیث پاک میں رزق کے بڑھ جانے کا معنی بقول حضرت ملا علی قاری یہ بھی ہو سکتا ہے:

ویحمل تعمیم الرزق بالحسی والمعنوی (مرقات شرح مشکوٰۃ)

اس سے حسی اور معنوی دونوں رزق مراد ہو سکتے ہیں۔

یعنی اس حدیث کا صرف یہی معنی نہیں کہ رزق بڑھتا ہوا محسوس ہو بلکہ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ مؤمن کا رزق بڑھتا تو ضرور ہے لیکن اسے محسوس نہ ہو اور اسکا محسوس نہ ہونے والا رزق بڑھا دیا جائے۔

ایک حقیقت آشنا نکتہ: محترم سامعین!......

ملا علی قاری کی اسی بات کی وضاحت اس بندہ عاجز کے ناقص فہم اور ناتمام عقل میں یہ آئی ہے کہ رزق کا معنی جہاں روزی، مال، دولت، لباس اور کھانا پینا ہوتا ہے ......وہاں اسکا معنی ''حصہ'' بھی ہوتا ہے...... اگر اس سے مال دولت اور روزی و کاروبار کا بڑھنا مراد لیا جائے تو بھی درست ہے اور اگر اس کا معنی مؤمن کے اجر و ثواب اور درجہ و مرتبہ میں اضافہ ہو جانا مراد لیا جائے تو بھی غلط نہیں...... اور اس مادہِ مقدس میں مؤمن کے اجر و ثواب، درجہ و مرتبہ کا بڑھ جانا اور اسکا عظیم مقامات کو حاصل کرنا درست ہے۔

اگر حدیث کا یہ معنی لے لیا جائے تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ رمضان المبارک ایسا

مہینہ ہے۔ جس میں بندۂ مومن کے اجر وثواب میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اسکے درجات کو بلند کر دیا جاتا ہے۔

ماہِ رمضان کے پانچ حروف: حضرات گرامی۔ آیئے!

اس حقیقت کو سمجھنے کیلئے لفظ رمضان کے حروف کو ایک نظر دیکھئے! ذرا توجہ فرمائیں!

لفظ رمضان کے پانچ حروف ہیں۔ را۔ میم۔ ضاد۔ الف اور نون...... اب ملاحظہ فرمائیں! اس ماہِ مقدس کے نام میں ان حروف کا جمع ہو جانا محض ایک اتفاقی چیز نہیں...... بلکہ حکمت الٰہی کا زبردست مظاہرہ ہے...... اہل ذوق کا کہنا ہے کہ

را............... سے مراد............... رحمت خداوندی ہے

میم............... سے مراد............... محبت ومغفرت الٰہی ہے

ضاد............... سے مراد............... ضمان ربانی ہے

الف............... سے مراد............... امان خداوندی ہے

اور نون............... سے مراد............... نور الٰہی ہے

تو مطلب یہ ہوا کہ بندہ مومن ماہِ رمضان المبارک میں احکام خداوندی بجالا کر...... رمضان کے روزے رکھ کر...... عبادت ومشقت اٹھا کر...... تلاوت قرآن اور قیام رمضان کا اہتمام کر کے...... رحمت خداوندی کا مہبط بن جاتا ہے۔

پھر خدا کی محبت ومغفرت کے گھیرے میں آ کر اللہ کی ضمانت وحفاظت کی آغوش میں آجاتا ہے اور اسے رب دوجہاں کی طرف سے امان اور تحفظ فراہم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ وہ نور الٰہی سے پر نور ہو جاتا ہے۔

اور ہر قسم کے اندھیرے سے دور ہو جاتا ہے۔

حضرات محترم! خدا کے کرم کی یہ پانچوں نعمتیں بندۂ مومن کو صرف اور صرف ماہ رمضان المبارک میں ہی یکجا ملتی ہیں۔

رمضان المبارک کی پانچ عبادتیں:

سامعین حضرات!......

رمضان المبارک کی آمد سے جہاں اھل اسلام کو پانچ نعمتیں یعنی رحمت، محبت، ضمانت، امان اور نور ملتا ہے...... وہاں خصوصی طور پر ماہ رمضان المبارک پانچ عبادتیں بھی لاتا ہے۔ وہ پانچ عبادتیں یہ ہیں۔

روزہ...... یہ صرف رمضان المبارک میں ہی فرض ہے۔

تراویح...... یہ بھی پورے سال میں صرف اسی ماہ میں ادا کی جاتی ہیں۔

اعتکاف...... صرف رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف مسنون ہے۔

شب قدر...... یہ بھی سال بھر میں صرف رمضان المبارک میں ہی آتی ہے۔

تلاوت قرآن...... جس قدر اس ماہ میں قرآن پڑھا جاتا ہے، اتنا کسی اور ماہ میں نہیں پڑھا جاتا۔

جس نے کبھی قرآن پڑھا نہیں ہوتا وہ بھی اس ماہ میں قرآن مجید پڑھنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔

یہ وہ پانچ عبادتیں ہیں جو ماہ رمضان المبارک کے علاوہ سال کے گیارہ مہینوں

میں سے کسی ماہ میں جمع نہیں ہوتیں...... یہ رتبہ اور درجہ صرف اور صرف ماہ رمضان المبارک ہی کو حاصل ہے۔

شانِ رمضان بزبان قرآن: حاضرین باتمکین!......

قابل توجہ ہے یہ بات! کہ اسلامی سال کے بارہ مہینے ہیں...... یہ سارے مہینے معزز، مکرم اور محترم ہیں۔ اور بارہ ماہ کی گنتی اور تعداد بھی منجانب اللہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا. (التوبہ ۳۶)

بے شک اللہ کے ہاں مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔

اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ سال کے بارہ مہینوں میں جس ماہ مبارک کا نام پورے قرآن میں ذکر ہوا ہے وہ صرف اور صرف ماہِ رمضان المبارک ہے۔ اس اعتبار سے بھی یہ ماہ رمضان دیگر اسلامی مہینوں سے منفرد اور ممتاز ہے۔ جس آیت میں اسکا نام مبارک آیا ہے۔ آپ حضرات اسے سماعت کرنے کی ایک بار پھر سعادت حاصل کرلیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس وبینات من الهدٰی والفرقان فمن شهد منکم الشهر فلیصمهٗ. (البقرہ،۱۸۵)

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کیلئے باعث ہدایت ہے اور اس میں راہنمائی کی کھلی نشانیاں ہیں اور حق وباطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے، پس تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے، اسے چاہیے کہ وہ اس کے روزے رکھے۔

اس آیت میں ماہِ رمضان المبارک کا نام لے کر اس کی عظمت وشان اور رفعت ومقام کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ بہت بڑا اعزاز واکرام ہے جو ماہ رمضان ہی کو حاصل ہے۔

شان رمضان بزبانِ صاحب قرآن:

رمضان المبارک کی شان وعظمت کو بیان کرنے کیلئے میرے آقا...... جگ کے داتا...... امام الانبیاء...... شہ ہر دوسرا...... احمد مجتبیٰ...... حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء...... نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا......

اور میرا جی چاہتا ہے کہ اب آپ کو اپنا خطاب نہ سناؤں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب سنادوں۔ کیا خیال ہے آپ کا؟......

تو...... ذرا محبت سے بیٹھیے! ذوق سے سنیے! شوق سے سر دھنیئے! اب بیان ہمارے تمہارے آقا کا ہوگا۔ حبیب خدا...... اور خطیب الانبیاء کا خطاب، باصواب، سماعت کر کے ہمارے دلوں کو تازگی...... روحوں کو بالیدگی...... سینوں کو سرور اور آنکھوں کو نور ملے گا۔

ذرا گوشِ محبت وا کیجئے! ہمارے آقا بول رہے ہیں......
حکمت کے موتی رول رہے ہیں......
اور غلاموں کیلئے جنت کے در کھول رہے ہیں......
حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت سناتے ہیں......
یعنی میرے نبی ارشاد فرماتے ہیں کہ......

اذا دخل رمضان فتحت ابواب السمآء (مشکوٰۃ ۱۷۳)

جب رمضان داخل ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

فتحت ابواب الجنة وغلقت ابواب جهنم وسلسلت الشياطين. (ایضاً)

یعنی جب ماہ رمضان تشریف لاتا ہے تو خدا کی رحمت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ۔

گویا رمضان المبارک کیا آتا ہے، ابر رحمت، چھم چھم برسنے لگتا ہے...... خدا اپنے محبوب کی امت پر اس قدر مہربان ہوتا ہے کہ شیطانوں کو جکڑ کر...... ابواب جہنم کو بند کر کے...... جنت کے تمام دروازے کھول کر اعلان کرتا ہے...... آو! مؤمنو...... مسلمانو! میرے نبی کے تابعدارو! روزے رکھنا تمہارا کام ہے اور تمہیں جنتی بنانا میرا کام ہے۔

حضرات محترم مزید سنیے!۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا كان اول ليلة من شهر رمضان

یعنی جب ماہِ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے...... تو اتنا اہتمام ہوتا ہے کہ

صفدت الشياطين ومردة الجن ......

شیطانوں اور سرکش جنوں کو قید کر دیا جاتا ہے...... ان کے گلوں میں طوق ڈال دیئے

جاتے ہیں۔تا کہ وہ مسلمانوں، مؤمنوں اور نیک عمل کرنے والوں کو بہکا اور ورغلا نہ سکیں اور مسلمان بالکل آزاد ہو کر روزے رکھ سکیں...... تلاوت قران کر سکیں...... نماز ادا کر سکیں اور ذکر و فکر، اطاعت و فرمانبرداری بجالا سکیں اور با آسانی اپنے خدا کو منا سکیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا۔

وغلقت ابواب النار......

اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں

فلم یفتح منها باب......

پھر ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا۔

تو گویا...... اللہ تعالیٰ دوزخ کے دروازے بند کرا کے بتا دیتا ہے مسلمانو!...... دیکھو!...... میں تمہیں دوزخ میں نہیں ڈالنا چاہتا اگر میں نے تمہیں دوزخ میں ڈالنا ہوتا تو جہنم کے دروازے بند کیوں کراتا...... میں تو یہی چاہتا ہوں کہ تم دوزخ میں نہ جاؤ...... اب تمہاری اپنی مرضی ہے کہ تم کدھر جاتے ہو...... دیکھو! میں نے شیطانوں کو جکڑ دیا ہے...... سرکش جنوں کو طوق ڈال کر بند کر دیا ہے اور دوزخ کے دروازے ایسے بند کیے ہیں کہ پورا مہینہ اسکا اک دروازہ بھی نہیں کھلے گا...... میں یہی چاہتا ہوں کہ تم ان تمام سے دامن بچا کر میرے دامن رحمت میں آ جاؤ...... میں تمہیں جنت میں بسا لوں گا......

سبحان اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وفتحت ابواب الجنة فلم يُغلق منها باب

اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پھر ان میں سے کوئی ایک

دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا۔

تو حضرات محترم!...... جب ماہِ رمضان کی آمد پر جہنم کے دروازے بند اور جنت کے سارے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں...... پورے مہینے میں جہنم کا کوئی دروازہ کھلتا نہیں اور جنت کا کوئی در بند نہیں ہوتا...... نتیجہ یہ نکلا کہ خدا تعالیٰ پورے رمضان المبارک میں پکار پکار کر فرماتا ہے اے ایمان والو......او گنہگارو!......

ادھر آؤ!...... جہنم سے بچتے جاؤ اور جنت میں بستے جاؤ۔

شیطان سے تعلق توڑتے جاؤ اور رحمان سے سے رابطہ جوڑتے جاؤ۔

سنیے حضرات!...... میرے نبی فرماتے ہیں:

رمضان المبارک میں جہنم کے دروازے بند اور جنت کے در کھولے جاتے ہیں اور پھر قدرت کی طرف سے یہ انتظام بھی ہوتا ہے کہ

وینادی منادٍ یا باغی الخیرا قبل

اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے...... بلانے والا بلاتا ہے۔

اے خیر کے طالب! اے ثواب کے طلبگار، اب قدم آگے بڑھا، یہ موسم پیچھے ہٹنے والا نہیں، آگے بڑھنے والا ہے، اگر پہلے عبادت کم کرتا تھا، تو اب عبادت زیادہ کر...... نفل پہ نفل پڑھ...... سجدے پہ سجدے کر...... تسبیح پہ تسبیح پڑھ...... تہلیل پہ تہلیل کر...... اپنی شب بیداریوں...... تہجد گذاریوں...... اور آہ وزاریوں میں اضافہ کر...... رات کا قیام کثرت سے کر...... تراویح پورے اہتمام سے پڑھ...... نیک اعمال میں زیادتی کر...... آگے بڑھ آگے...... یہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ یہاں قدم پیچھے کرنے والا محروم رہے گا اور پیش قدمی کرنے والا بازی لے جائیگا۔ کیونکہ

یہ بزم مئے ہے یہاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھا کے ہاتھ تھام لے مینا اسی کا ہے

حضرات گرامی!......

ایک پکارنے والا نیک عمل کرنے والے کو اپنے نیک اعمال میں اضافہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

اور حضور فرماتے ہیں...... کہ ایک طرف وہ پکارنے والا، نیکوکاروں کو آگے بڑھنے کی دعوت دیتا ہے اور دوسری طرف ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے۔

ویاباغی الشر اقصر

اے گناہ گار! گناہوں میں لتھڑے ہوئے...... برائیوں کے مرتکب...... خطاؤں میں لت پت...... اب بس کر...... قدم روک لے...... ہمت ہار جا...... برائیاں چھوڑ دے...... شیطان کا رستہ چھوڑ دے...... غلط کاریوں سے تعلق توڑ لے...... اس موسم کا احساس کر...... یہ کونسا موسم ہے...... یہ رحمت خداوندی کا موسم ہے...... یہ اللہ کے خزانوں کو لوٹنے کا موسم ہے...... یہ جنت میں جانے کا موسم ہے...... لہٰذا باز آ...... رک جا...... اگر اب بھی گناہوں میں ملوث رہا۔

تو سوچ پھر اور کونسا موقع ہے جس میں گناہوں کی میل کچیل کو دھوڈالے گا۔ کب اپنے دامن کے داغوں کو صاف کرے گا...... اے خدا کے بندے!...... اپنا سر اٹھا! ...... ذرا ہوش میں آ...... ادھر دیکھ تیرا مولا!...... رحمتوں کے دروازے کھولے، تیری توبہ ورجوع کا منتظر ہے، اس نے آگ اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے ہیں اور جنت کے دروازے کھول کے تجھے اسکا مہمان بنانا چاہتا ہے۔ تو آ...... اپنا قدم بڑھاؤ!......

اس کے دامن رحمت میں آباد ہو جا اور دونوں جہانوں میں شاد و بامراد ہو جا۔

حضرات گرامی!......

اس حدیث شریف کا آخری جملہ بھی سماعت فرمائیں......حضور فرماتے ہیں۔

ولله عتقاء من النار اور اللہ تعالیٰ کثیر لوگوں کو دوزخ سے آزاد فرماتا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ جہنم سے آزادی کا پروانہ کب ملتا ہے، نوید مغفرت کب سنائی دیتی ہے؟ تو حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

وذلک کل لیلة. (مشکوۃ ۱۷۳)

اور خدا کا یہ فضل و کرم اپنے بندوں اور میرے امتیوں پر رمضان کی ہر رات ہوتا ہے۔ اور گناہگاروں کو ہر رات جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے۔

حضور کا دوسرا خطاب: حاضرین کرام!......

رمضان المبارک کی آمد پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور خطاب ارشاد فرمایا تھا...... جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں: ......اس خطاب کو بھی سماعت فرمانے کی سعادت حاصل کریں......فرماتے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اتاکم رمضان......

اے مسلمانو!......تمہارے پاس رمضان تشریف لا چکا ہے جس کی عظمت...... رفعت......منزلت اور شان و شوکت یہ ہے کہ وہ شہر مبارک...... ماہ مبارک یعنی

برکات کا مہینہ ہے۔

یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کی صبح میں برکت ......شام میں برکت ...... دن میں برکت......رات میں برکت......

فرض الله عليكم صيامه......

اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض فرمائے ہیں

تفتح فيه ابواب السمآء

اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں

وتغلق فيه ابواب الجحيم

اور اس میں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں

وتغل فيه مردة الشياطين

اور شیطانوں کو اس ماہ میں زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے

لله فيه ليلة خير من الف شهر.

اللہ نے اس مہینے میں ایک رات ایسی بنائی ہے، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

من حرم خيرها فقد حرم. (مشکوۃ ۱۷۳)

جو بدنصیب اس رات کی خیر...... بھلائی ......بہتری اور اجر و ثواب سے محروم ہو گیا وہ بالکل محروم و تہی دامن ہو گیا۔

حضرات گرامی!......

نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص شب قدر کی بھلائیوں کو حاصل نہ کر سکا وہ ہر قسم کی خیر اور بھلائی سے محروم و بے مراد ہو گیا اور جس خوش نصیب نے لیلۃ القدر کی برکات و خیرات کو

اپنے دامن میں سمیٹ لیا اس نے ہر قسم کی بھلائیوں اور اچھائیوں سے جھولی کو بھر لیا۔

تیسرا خطاب: معزز سامعین!......

فضائل رمضان المبارک کے حوالے سے تیسرا خطاب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ آیئے! وہ بھی سننے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:......

دخل رمضان

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ جلوہ گر ہوا۔

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو!

ان هذا الشهر قد حضر كم.

بے شک یہ مہینہ تمہارے پاس آچکا ہے۔

وفيه ليلة خير من الف شهر من حرمها فقد حرم الخير كله ولا يحرم خيرها الا كل محروم. (مشکوٰۃ ۱۷۳)

اور اس ماہ مبارک میں ایک ایسی رات بھی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ پس جو بے نصیب اس رات کی برکات سے محروم ہو گیا وہ تمام خیر اور ہر قسم کی بھلائی سے محروم ہو گیا اور اس رات کی خیر و برکت سے وہی آدمی خالی دامن رہ سکتا ہے جو حقیقی طور پر محروم ہو۔

معلوم ہوا کہ ماہ رمضان المباک کی رحمتوں، برکتوں اور نوازشوں سے وہی

شخص محروم ہوتا ہے جو ازلی بدنصیب ہو اور اس کی برکات وخیرات سے اس خوش نصیب کو حصہ ملتا ہے جو ازلی اور حقیقی طور پر صاحب نصیب اور خوش بخت ہوتا ہے۔

استقبالیہ خطبہ مبارکہ: برادرانِ اسلام!......

اب آیئے۔ میں آپ کو سرکار دوعالم ......رسول مکرم ...... نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خطبہ مبارکہ بھی سنانا چاہتا ہوں۔ جو آپ نے استقبال رمضان المبارک کے طور پر بڑے اہتمام اور پورے تزک واحتشام کیساتھ اپنے صحابہ کرام کو جمع کر کے ارشاد فرمایا تھا۔

ذرا چشم تصور سے دیکھو!......

مسجد نبوی کچھا کھچ بھرپور ہے......اسکی فضا پرنور ہے......

ہر صحابی کا چہرہ مسرور ہے۔

کیونکہ منبر پر جلوہ افروز شافع یوم النشور ہے

صحابہ کے مجمع میں آقائے کائنات تشریف فرما ہیں۔ گویا منظر کچھ یوں ہے کہ

جیسے چاند چمکتا تاروں میں:

یوں نبی جلوہ فرما تھا اپنے یاروں میں

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ،

جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت میں شامل فرمایا تھا۔

(مسند ابو یعلی)

جو زیارت محبوب کیلئے کئی جگہ بک بک کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنی

مرادو مدعا کو حاصل کیا۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ شعبان المعظم کا آخری دن تھا اور رمضان المبارک کی آمد آمد تھی ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بلایا ...... اک جلسہ سجایا ...... جس میں آپ نے عشاقانِ رسول کو اپنے دیدار پر انوار کیساتھ ساتھ خطاب با صواب اور بیان ذیشان سے بھی سرفراز فرمایا......

آپ ﷺ نے فرمایا:

یآیھا الناس...... اے لوگو! اے میرے صحابہ اور اے میرے امتیو!

قد اظلکم شھر عظیم......

تمہارے پاس ایک عظمتوں والا مہینہ سایہ فگن ہے جس کی شان یہ ہے

شھر مبارک......

وہ ایسا مہینہ ہے جو برکتوں کا حامل ہے۔

شھر فیه لیلة خیر من الف شهر،

اس مہینے میں ایک رات ایسی ہے جو سال کے باقی ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

جعل الله صیامه فریضة.

اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض فرمائے ہیں۔

وقیام لیلة تطوعا

اور اس کی راتوں کا قیام نفل قرار دیا ہے۔

من تقرّب فیه بخلصلة من الخیر کان کمن اڈی فریضة فیما سواه

جس نے اس میں نیکی کا کوئی ایک عمل کیا وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ آدمی جسنے

رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں کوئی فرض ادا کیا ہو۔

یعنی رمضان المبارک میں نفل ادا کرنے والے کو بارگاہ رب العزت سے فرض ادا کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔

ومن اڈی فریضة فیه کان کمن اڈی سبعین فریضة فیما سواہ

اور جو کوئی اس ماہ میں ایک فرض ادا کرے وہ ایسے ہی ہے جیسے کسی نے دوسرے دنوں میں ستر فرض ادا کیے ہوں۔

یعنی ماہ رمضان المبارک میں ایک فرض ادا کرنے پر ستر فرضوں جتنا اجر و ثواب ملتا ہے۔

حضرات گرامی! توجہ فرمائیں!...... حضور فرما رہے ہیں: اے لوگو!...... **وھو شھر الصبر** ...... ماہ رمضان صبر کا مہینہ ہے۔

والصبر ثوابه الجنة...... اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔

تو گویا کما حقہ روزے رکھنے والا جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔

وشھر المواساۃ اور یہ مہینہ غمخواری اور ہمدردی کا مہینہ ہے۔

وشھر یزاد فیه رزق المومن۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔

معزز حاضرین اب سنیے!......

کسی کو روزہ افطار کرانے پر کس قدر اجر و ثواب ملتا ہے؟...... میرے حضور فرماتے ہیں:......

من فطر فیه صائماً

جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا

كان له مغفرة لذنوب

تو روزہ افطار کرانے کی وجہ سے افطار کرانے والے کے گناہوں کو بخشد یا جائیگا۔

وعتق رقبة من النار

اور اس کی گردن دوزخ کے عذاب سے آزاد ہو جائے گی۔

وكان له مثل اجره

اور اسے روزہ دار کے برابر اجر ملے گا۔

حضرات گرامی! کوئی یہ گمان نہ کرے کہ شاید کسی سے افطار کرنے سے کہیں میرے اجر میں کمی تو نہ ہو جائے گی...... اس لیے سرکار نے واضح فرما دیا۔

من غير ان ينتقص من اجره شيء......

روزہ دار کے اجر میں کچھ بھی کمی نہیں ہوگی۔

لہذا اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے صحیح العقیدہ مسلمان کو روزہ افطار کرانا چاہے تو کسی مسلمان کو اس میں پس و پیش اور سوچ و بچار نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ خدا کے خزانے بے حد و بے حساب اور نہ ختم ہونے والے ہیں...... وہ بڑی وسعت اور کشادگی والا ہے...... اگر کوئی آدمی کسی دوسرے شخص کے مہیا کردہ سامان سے روزہ کھول لے، تو اس کے اجر و ثواب میں قطعاً کوئی کمی نہیں ہوگی...... بلکہ اللہ تعالیٰ جتنا ثواب روزے دار کو عنایت فرمائے گا، اتنا ہی روزہ افطار کرانے والے کو عطا فرما دے گا۔

سامعین کرام!......

حضور کے اس فرمان...... عالیشان...... بلند نشان، کو سن کر صحابہ کرام کے

ذوق نے انگڑائی لی......ان کے ذہن کی سطح پر ایک سوال ابھرا......انہوں نے وہ سوال بارگاہ نبوت میں پیش کیا......میرے آقا نے اسکا جواب عنایت فرما کر قیامت تک آنے والے اپنے تمام امتیوں کی مشکل حل فرمادی۔

حضرت سلمان فارسی عرض کرتے ہیں:

قلنا یا رسول الله

ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ۔

لیس کلنا نجد مانفطر به الصائم.

ہم سے ہر کوئی اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ دوسرے کا روزہ افطار کرا سکے۔

یعنی یارسول اللہ! مالدار لوگ اور امیر طبقہ تو یہ مقام ومرتبہ آسانی سے پالے گا۔حضور! غریب لوگ کیا کریں گے؟ ہم سے ہر کوئی مالدار اور صاحب ثروت نہیں ہے۔لہٰذا تنگ دست......نادار اور مفلس لوگ تو اس ثواب سے محروم رہ جائیں گے۔حضور! ان کا بھی کوئی آسرا کر دیجئے۔

میرے آقا کا دریائے رحمت جوش میں آیا......آپ نے رخ انور کو اٹھایا......نورانی لبوں کو ہلایا......غریبوں کے مقدر کو بنایا......ان کا بیڑا پار لگایا......ان کی قسمت کو اوج ثریا تک پہنچایا......انہیں مضبوط سہارا عطا فرمایا......

تو بریلی کا تاجدار بول پڑا:

غمزدوں کو رضا مژدہ دیجئے کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی ﷺ

حضور نے فرمایا......میری امت کے نادارو! مفلسو! غریبو! سن لو!......

یعطی اللہ ھذا الثواب من فطر صائماً علی مذقة لبن اوثمرہ اور شربة من مآءٍ

جس اجروثواب کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اسے حاصل کرنے کیلئے ماکولات ومشروبات کے ڈھیر اور پھل فروٹ کے ذخیرے مہیا کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس آدمی کو بھی عطا فرما دے گا۔ جو دودھ کے ایک گھونٹ...... کھجور کے ایک دانے اور پانی کے ایک چلو سے کسی کا روزہ افطار کرا دے گا۔

اور باقی رہا کسی آدمی کا روزہ دار کو شکم سیر کرنا، تو اس کی جزا کچھ اور ہے۔ اسکا درجہ ومرتبہ اس سے بلند ہے۔ اسکا مقام یہ ہے

ومن اشبع صائماً

اور جس نے روزہ دار کو شکم سیر کر دیا۔ اسے پیٹ بھر کر کھلا دیا۔

سقاہ اللہ من حوضی شربة

تو اسے خدا تعالیٰ میرے حوض سے سیراب فرمائے گا اور میرے حوض سے سیراب ہونے کے بعد اس کے ذوق اور کفیت کا عالم یہ ہوگا

لا یظمأحتی ید خل الجنة

اسے جنت میں داخل ہونے تک پیاس کا احساس بھی نہ ہوگا۔

اور سنو لوگو! ہم کیا جانیں! اس ماہ مبارک کی عظمتوں اور رفعتوں کی حقیقت، میرے نبی کی زبان حق ترجمان سے سنو!...... آپ فرماتے ہیں:

وھو شھر

اور وہ ایسا پر عظمت مہینہ ہے......

اوله رحمة

اسکا پہلا عشرہ، پہلے دس دن رحمت کے دن ہیں،

واوسطهٔ مغفرة

اور اس کا درمیانی عشرہ۔ درمیانے دس دن، مغفرت و بخشش اور عفوودرگذر کے دن ہیں۔

وآخره عتق من النار

اور اسکا آخری عشرہ، آخری دس دن، دوزخ اور جہنم کی آگ سے آزادی کے دن ہیں۔

مغفرت و بخشش اور دوزخ سے پروانہ کی خیرات اس قدر تقسیم ہوتی ہے:

ومن خفف عن مملوكه فيه

جو آدمی اس مہینے میں اپنے مملوک...... اپنے غلام...... اپنے دست نگر...... اپنے کاریگر اور اپنے ملازم و مزدور پر تخفیف اور کمی و آسانی کرے گا

غفر الله له واعتقهٔ من النار (مشکوٰۃ ۱۷۴)

اللہ تعالیٰ اسے بھی بخش دے گا اور اس کے نام بھی جہنم سے آزادی کا پروانہ لکھ دے گا۔

اعلان بخشش: سامعین مکرم!......

اب آخر میں ایک بات کہہ کے گفتگو کا سلسلہ ختم کر رہا ہوں۔ سنیئے اور اپنے ذوق و شوق کو تازگی بخشیئے!......

حدیث پاک میں ماہ رمضان المبارک کی آمد پر اللہ رب العزت کی طرف سے ایک منادی مقرر ہوتا ہے...... جو یہ اعلان کرتا ہے۔

هل من مستغفرٍ يغفر له.

ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ اسے بخش دیا جائے۔

هل من تائب يتوب الله عليه

ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے۔

هل من داعٍ يستجاب له،

ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا کو شرف قبولیت بخشا جائے

هل من سائل يعطىٰ سؤلهٗ

(الترغیب ص ۱۰۴ ج ۲، شعب الایمان ص ۲۱۴ ج ۷)

ہے کوئی دست سوال دراز کرنے والا کہ اس کے ہر سوال کو پورا کیا جائے۔

اور حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ لفظ ہیں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:......

يغفر لامته فى آخر ليلة فى رمضان (مشکوٰۃ ۱۷۴)

رمضان المبارک کی رات کے آخری حصے میں آپ کی امت کو بخش دیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام اس مژدہ جانفزا کو سن کر مچل گئے اور عرض گذار ہوئے۔

يا رسول الله اهى ليلة القدر ......

یا رسول اللہ! کیا یہ نوید مغفرت لیلۃ القدر میں سنائی جاتی ہے؟

قال لا ولكن العامل انما يوفى اجرهٗ اذا قضى عملهٗ (ایضاً)

آپ نے فرمایا..... نہیں نہیں لیلۃ القدر میں ہی نہیں۔ کیونکہ قانون یہ ہے کہ مزدور کو اسکا بدلہ اسی وقت دے دیا جاتا ہے، جب وہ اپنا عمل پورا کر لیتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو بخشش کی بشارت ان کے روزے کو پورا کرنے پر ہی دے دی جاتی ہے۔ مسلمان ادھر روزہ پورا کرتا ہے، ادھر اس کے تمام گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے اور وہ جہنم سے آزاد ہو جاتا ہے۔

حضرات گرامی!

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا:

ان للہ تبارک وتعالیٰ عتقاء فی کل یوم ولیلۃ یعنی رمضان

(الترغیب ۲/۱۰۳)

بے شک اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کے ہر دن اور ہر رات لوگوں کو دوزخ کی آگ سے آزاد فرماتا ہے۔

اختتامی کلمات: گرامی قدر حضرات!.......

اس تمام گفتگو سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان اس لیے بھیجا ہے کہ ہم گناہ گار، اپنے گناہوں کے بدنما داغوں کو صاف کر لیں......

خطاؤں کی دلدل سے نکل آئیں......

خدا کی عطاؤں سے جھولیاں بھر لیں۔

اس کی رحمتوں اور مغفرتوں کو حاصل کریں،

کمر ہمت باندھ لیں...... اطاعت شعار اور عبادت گذار بنیں۔

بارگاہ رب العزت میں آہ وزاری کریں......

گڑ گڑ کر اپنے گناہوں پر تائب ہو جائیں اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کریں......

وہ تو پہلے ہی اعلان فرما رہا ہے...... کہ میرے بندو! گنہگارو! سیاہ کارو...... آؤ میری

رحمتیں...... مغفرتیں...... عنایتیں اور نوازشیں تمہاری منتظر ہیں۔

قدم بڑھاؤ ...... وہ تمہارے استقبال کیلئے پوری طرح تیار کھڑی ہیں...... ہمت کرو اور انہیں اپنے دامنوں میں سمیٹ لو۔

بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ وہ ہمیں اس قابل بنائے کہ ہم اپنے گناہوں پر نادم ہو کر نیکیوں کی طرف راغب ہوں۔ تا کہ یہ مقدس مہینہ ہمارے گناہوں کو مٹا ڈالے اور ہمارے لیے حصول مغفرت و جہنم سے آزادی کا ذریعہ بنے۔

آمین۔

بحرمت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

وآخر دعوای ان الحمد للہ رب العالمین

===============

تیسرا بیان

ام المومنین

حضرت

سیدہ عائشۃ الصدیقہ

رضی اللہ عنہا

خطبہ

الحمد للّٰہ رب العالمین ، والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، وعلی سائر النبیّین وعلی اٰلہٖ واصحابہ وازواجہٖ وذرّیاتہٖ وامتہٖ اجمعین امابعد ، فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم صدق اللہ مولنا العظیم . وصدق رسولنا الکریم

حمد وصلوٰۃ کے بعد حضرات محترم......معزز حاضرین وناظرین!

آج کی گفتگو کا عنوان ہے "شانِ حضرت سیدہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا"

ہم اہل سنت ہیں:

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم سے ہم اہلسنت وجماعت ہیں۔ ہمارا مسلک حق واعتدال پر مبنی ہے۔ ہم دین میں کسی افراط وتفریط کو روا نہیں رکھتے۔ ہمارے عقائد ونظریات قرآنِ وسنت کے عین مطابق ہیں۔ ہمارے افکار وخیالات فرمانِ خدا ومصطفیٰ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل موافق ہیں۔

ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی ہر ذات ...... ہر شخصیت ہر شئی ......اور ہر چیز کو معزز، محترم اور مکرم مانتے ہیں۔

ہم جس طرح صحابہ کرام اور اہلبیت عظام کو ماننا ایمان کی علامت سمجھتے ہیں۔ ایسے ہی والدین رسول الثقلین سلام اللہ علیہما اور ازواج النبی رضی اللہ عنہن کو سلام

عقیدت پیش کرنا ایمان کی عظمت اور احترام رسالت کی رفعت جانتے ہیں۔

مومن کون ہے؟

رسول انس و جاں...... سردار مرسلاں...... نبی کون ومکاں علیہ التحیۃ والثناء کی ازواج مطہرات...... رفیقات حیات کو ماننا ایمان والوں کا کام ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجه امھاتھم (الاحزاب، ٦)

یعنی نبی ایمان والوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ مومن وہی ہوسکتا ہے...... جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک کو اپنی مائیں تسلیم کرتا ہو۔

اور اگر کوئی خود کو مومن اور ایماندار بھی باور کرائے اور ازواج رسول کو اپنی مائیں نہ مانتا ہو، تو اسے اپنے دعوے پر نظر ثانی کرنی چاہیئے۔

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم سنی لوگ خود کو ایمان دار...... مومن اور مسلمان بھی بتلاتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں کو اپنی مائیں بھی مانتے ہیں۔ **والحمد اللہ علی ذالک.**

حضرات گرامی! آج کے خطبہ میں آپ کے سامنے اس ماں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں...... جسکے باپ کا نام ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔

کون ابوبکر؟ جسنے......

سب سے پہلے انوارِ ایمان سے اپنے قلب و روح کو چمکایا

جو اسلام کا سب سے پہلا خطیب اور مبلغ ہے

جو میرے نبی کا اولین صحابی اور پہلا خلیفہ ہے

جسے سید الانبیاء کا بسر ہونے کا شرف ملا

جسے نبی کو کندھوں پر اٹھانے کا درجہ حاصل ہوا

جس کے صحابی ہونے پر قرآن کی آیت نازل ہوئی

جو سائے کی طرح ہر لمحہ میرے نبی کے ساتھ رہا

جس نے سب کچھ محبوب دو جہاں پر قربان کر دیا

جو......اصدق الصادقین بھی ہے......اور سید المتقین بھی

راس العاشقین بھی ہے......اور خلیفۃ المسلمین بھی

شہسوارِ عرصۂ محبت بھی ہے......اور پروانۂ شمع رسالت بھی

چشم و گوشِ وزارت بھی ہے......اور اداشناس مزاج نبوت بھی

رازدارِ مصطفٰے بھی ہے......اور یارِ غار محبوب خدا بھی

پیکر صدق و صفا بھی ہے......اور محورِ تسلیم و رضا بھی

جسے کشتۂ عشق محبوب انور بھی کہتے ہیں

اور......ہم پیار سے سیدنا صدیق اکبر بھی کہتے ہیں

ام رومان: آؤ حضرات!......

اس ماں کا ذکر کریں

جس کی ماں ام رومان زینب بنت عامر ہے......

جس کے متعلق زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم یوں گویا ہوتی ہے......

آپ نے ارشاد فرمایا:

من سره ان ینظر الی امرأة من الحور العین فلینظر الی ام رومان

(الاستیعاب ۴/۴۴۹)

کہ جو کسی جنتی حور کو دیکھنا چاہے، وہ ام رومان کو دیکھ لے۔

گویا حضرت عائشہ صدیقہ کی والدہ دنیا میں جنتی حور ہے۔

حضرت ام رومان کی عظمت وشان یہ ہے کہ......

جب ان کا وصال ہوا تو ان کو قبر میں لٹانے سے قبل خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں تشریف فرما ہوئے اور ان کیلئے دعائے مغفرت فرمائی (ایضا)

اندازہ کیجئے !......جس کی قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مبارک قدم رکھ دیں ......تو وہاں رحمتوں اور برکتوں کا نزول کس قدر رہا ہوگا

حضرت ام رومان کے قبر میں جانے سے قبل ہی ان کی قبر بقعۂ انوار وبرکات بن گئی اور جنت کا باغیچہ ہوگئی۔

حضرات توجہ فرمائیں!......میں آج اس روحانی ماں کا ذکر چھیڑنا چاہتا ہوں جس کا نام نامی اسم گرامی ہے "عائشہ" رضی اللہ عنہا۔

کون عائشہ صدیقہ؟

جو......

عابدہ بھی ہے......اور زاہدہ بھی

قانتہ بھی ہے......اور خاشعہ بھی

ساجدہ بھی ہے......اور راکعہ بھی

عفیفہ بھی ہے......اور معیفہ بھی

شریفہ بھی ہے......اور صدیقہ بھی

عالمہ بھی ہے......اور متقیہ بھی

فاضلہ بھی ہے......اور فقیہہ بھی

محدثہ بھی ہے......اور مجتھدہ بھی

معلّمہ بھی ہے......اور مبلّغہ بھی

غرضیکہ جو

صدیقہ کائنات بھی ہے......اور مخدومہ کائنات بھی

محبوبہ محبوب العالمین بھی ہے......اور شمع شبستان رحمۃ للعالمین بھی

جسکے......

قصیدے قرآن بھی پڑھتا ہے......اور صاحب قرآن بھی

الغرض جو

مریم برأت بھی ہے......اور مفتیٔ چار ملت بھی

سرادقِ عصمت بھی ہے اور مرکز طہارت بھی

ام المؤمنین بھی ہے اور معلّمۃ المسلمین بھی

اور جو بنت صدیق بھی ہے......اور آرام جان نبی بھی

کون عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا؟

جنہیں محبوب خدا...... اشرف الانبیآء...... حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ ہونے کا شرف حاصل ہے......اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی...... کیونکہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا اظہار عام فرمایا اور تمام ازواج مطہرات کو بھی اسکا علم تھا۔ اہل بیت اطہار اس سے آشنا تھے اور صحابہ کرام بھی اس سے خوب آگاہ تھے۔

محبوبہ حبیب خداﷺ: سامعین محترم!......

اس حوالے سے میں چند احادیث آپ کے گوش گذار کر دینا چاہتا ہوں، تاکہ بات پختہ اور مضبوط ہو جائے، اور کسی تیرہ بخت کو کوئی شک نہ رہے۔......

ذرا توجہ چاہوں گا!......

پہلی حدیث:

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جب غزوہ سلاسل، سے واپس آئے تو سوال کیا:......

ای الناس احب الیک قال عائشه (بخاری ۱/۵۱۷)

یا رسول اللہ!...... آپ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا عائشہ

دوسری حدیث:

اور ایسے ہی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ

قيل يا رسول الله من احب الناس اليک قال عائشة.

(ترمذی ۲/۲۲)

بارگاہ رسالت میں عرض کیا گیا...... یا رسول اللہ!...... آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟...... آپ نے فرمایا:...... عائشہ

اس حدیث پاک میں رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے اس سوال کے جواب میں سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام لیا ہے۔ جس سے واضح ہے کہ حضرت عائشہ سے آپ کو بہت شدید محبت تھی،

اب وہ لوگ اپنا انجام سوچ لیں جو حضرت عائشہ سے نفرت کرتے ہیں...... کہ اس سے حضرت عائشہ کا تو کچھ نہیں بگڑے گا...... لیکن ان کا اپنا نقصان کس قدر ہوگا؟۔

تیسری حدیث:

حضرات محترم! تیسری حدیث سماعت فرمائیں!......

حضرت عائشہ صدیقہ خود بیان فرماتی ہیں۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقسم فيعدل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدل وانصاف کیساتھ اپنی ازواج میں باری مقرر فرماتے تھے......

ويقول اللهم هذا قسمي فيما املك

اور بارگاہ خداوندی میں عرض گزار ہوئے اے اللہ! میں نے اپنی صوابدید کے مطابق یہ تقسیم کی ہے

فلا تلمني فيما تملك ولا املك يعني القلب (ابوداؤد ا/۲۹۰)

جو میرے بس سے باہر ہے اور تیری ملکیت اور قبضہ میں ہے یعنی قلبی میلان

تو تو اس میں مجھے ملامت نہ فرما!

عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ......

یا اللہ!......میں نے اپنی تمام ازواج میں لین، دین، قرابت و معاشرت اور مباشرت وملامست میں عدل......انصاف......مساوات......اور برابری کو پوری طرح قائم رکھا ہے۔ یہ میرے بس......میری طاقت اور میرے امکان میں تھا، باقی رہا عائشہ کی طرف قلب کا میلان اور دل کی خاص توجہ تو وہ میرے بس میں نہیں، میرا دل عائشہ سے والہانہ محبت رکھتا ہے، اسی لیے مولا!......تو اس سے درگذر فرما!

حضرات ذی وقار!......

اس حدیث سے بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ میرے حضور، پرنور، شافع یوم النشور ﷺ کو تمام ازواج میں سب سے بڑھ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے محبت تھی۔

چوتھی حدیث:

اب چوتھی حدیث کی طرف توجہ فرمائیں۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کے ایام تھے۔ تو آپ باری باری اپنی ازواج کے پاس آتے اور بار بار دریافت فرماتے تھے

این انا غدًا این انا غدًا حرصًا علی بیت عائشة. (بخاری ۱/۵۳۲)۔

میں کل کس بیوی کے ہاں ہوں گا، میں کل کس زوجہ کے پاس جاؤں گا۔

یہ سوال بار بار اسلیئے دہراتے کہ آپ حضرت عائشہ کے حجرے میں جلدی پہنچنا چاہتے تھے۔

قالت عائشة فلما کان یومی سکن

حضرت عائشہ فرماتی ہیں...... جب میری باری آئی تو آپ پرسکون ہو گئے۔
معلوم ہوا کہ...... تاجدار مدینہ، سرور قلب وسینہ حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف فرما ہو کر سکون واطمینان پاتے تھے۔

حضرات گرامی حاضرین غور فرمائیں!...... جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ عائشہ میں آرام وسکون لیتے تھے تو ہمیں بھی حضرت عائشہ کا نام سن کر بے سکون اور بے چین نہیں ہونا چاہیے۔ امتی کہلانے کا حق یہ ہے کہ ان کا مبارک نام سن کر ہمیں بھی روحانی سکون اور دلی چین آجانا چاہیئے۔

وصال کے وقت جسم نبوی آپ کی جھولی میں:

کون عائشہ صدیقہ؟

جو خود فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تجسس سے پوچھتے تھے کہ آج کہاں رہوں گا؟ اور میں کل کہاں ٹھہروں گا...... یہ اس لیے فرماتے کہ آپ عائشہ کی باری کو دیر سے گمان فرما رہے تھے اور میرے ہاں جلدی تشریف لانا چاہتے تھے اور پھر جس دن اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک قبض فرمائی اس وقت آپ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ (بخاری ۲/۶۴۰)

حضرات! آپ سن رہے ہیں؟......

میرے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس قدر دلی محبت، الفت، پیار اور انس تھا کہ وصال کے وقت آپ کا وجود مقدس حضرت عائشہ کے جسم سے مس کر رہا تھا اور آپ حضرت عائشہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

قدرت کی طرف سے حضرت عائشہ کیلئے یہ وہ انعام...... انتظام اور اہتمام تھا

کہ دنیا بھر کی کسی عورت کو یہ رتبہ حاصل نہیں ہوا۔

اے عائشہ صدیقہ تیری عظمت کو میرا سلام ہو......

آپ اس قدر شان ورفعت کی حامل ہو، کہ جس نے وصال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میرے آقا کو اپنے سینے سے لگا رکھا تھا۔

کتنا بد بخت ہے وہ سینہ جس میں تیرا بغض اور کینہ بھرا ہوا ہے اور خوش بخت ہے وہ سینہ جو تیری عقیدت اور الفت کا سفینہ ہے کیونکہ میرے حضور کو تجھ سے اس قدر پیار تھا کہ آخری وقت بھی تیرا ساتھ نہ چھوڑا۔ جب میرے نبی نے آخری وقت بھی تیرا ساتھ نہیں چھوڑا، تو آپ آخرت میں تیرا ساتھ کیسے چھوڑ سکتے ہیں...... میرا ایمان ہے کہ امام الانبیاء تجھے قیامت کے دن بھی اپنے ساتھ جنت میں لے کر جائیں گے اور تجھ سے بغض رکھنے والے دھتکارے ہوئے اپنا سے منہ لے کر رہ جائیں گے اور ذلیل ورسوا ہو کر سیدھے جہنم میں پہنچ جائیں گے۔

وحی حضرت عائشہ کے بستر پر آتی: حضرات گرامی! توجہ فرمائیں!......

کون عائشہ صدیقہ؟

میرے نبی کے صحابہ کا معمول تھا کہ اگر انہوں نے سرکار ابد قرار، رحمت پروردگار، محبوب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ نبوت میں کوئی تحفہ...... یا ہدیہ پیش کرنا ہوتا...... تو وہ انتظار کرتے کہ ہم اپنا تحفہ اس وقت حاضر خدمت کریں گے، جب آپ حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لائیں گے۔ کیونکہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح تھی کہ حضرت عائشہ حضور کو تمام ازواج سے محبوب تھیں اس لیے صحابہ کرام اپنے

محبوب آقا کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اپنے تحائف اور ہدایا مؤخر کر لیتے جب آپ حجرۂ عائشہ میں تشریف لاتے تو انہیں خدمت اقدس میں پیش کر دیتے...... یہ چیز جب دیگر ازواج النبی نے دیکھی تو وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جمع ہوئیں اور حضرت ام سلمہ سے کہا کہ اے ام سلمہ!...... خدا کی قسم!...... مسلمان اپنے تحفے بھیجنے کیلئے عائشہ کی باری کا انتظار کرتے ہیں...... تو جس طرح عائشہ اچھائی چاہتی ہیں...... ہمارا ارادہ بھی بھلائی اور بہتری کا ہے...... لہٰذا تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کرو کہ آپ لوگوں کو حکم فرمادیں کہ وہ ہدیے بھیجنے کیلئے عائشہ کی باری کا انتظار نہ کیا کریں، بلکہ آپ جس زوجہ کے پاس بھی ہوں وہ ہدیے پیش کر دیا کریں۔

محترم حضرات!...... پروگرام طے ہو گیا کہ حضرت ام سلمہ، ازواج مطہرات کا یہ مطالبہ حضور کی خدمت مبارک میں پیش کر دیں گی۔

چنانچہ ہوا یوں کہ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور کی خدمت میں یہ عرض کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ان سے اپنا منہ پھیر لیا...... حضرت ام سلمہ کہتی ہیں جب آپ نے دوسری بار میری طرف رخ کیا تو میں نے دوبارہ وہی عرض پیش کی، آپ نے اپنا رخ انور پھر موڑ لیا، جب آپ نے پھر میری طرف چہرہ مبارک کیا، تو میں نے تیسری بار وہی گذارش پیش کی، تو اب کی بار آپ خاموش نہ رہے، آپ نے فرمایا۔

یا ام سلمة لا تؤذینی فی عائشة فانه واللہ ما نزل علی الوحی وانا فی لحاف امرأة منکن غیرھا (بخاری ۱/۵۳۲)

اے ام سلمہ! مجھے عائشہ کے بارے میں اذیت نہ دو، بے شک میں تم میں کسی

زوجہ کے بستر پر ہوں تو وحی نہیں آتی، میرے پاس وحی بھی اسی وقت آتی ہے جب میں عائشہ کے بستر پر ہوتا ہوں۔

یعنی تمہارا مطالبہ تو یہ ہے کہ میں صحابہ کو سمجھادوں کہ وہ عائشہ کی باری کا انتظار نہ کیا کریں اور میں جس زوجہ کے پاس ہوں وہ اپنا تحفہ بھیج دیا کریں، لیکن مجھے بتاؤ غلاموں کو تو سمجھایا جاسکتا ہے کہ وہ عائشہ کی باری کا انتظار نہ کریں، اب خدا کی بارگاہ میں کون عرض کرے۔ وہ بھی عائشہ کی باری کا انتظار کرتا ہے اور مجھے وحی کا تحفہ اس وقت عطا فرماتا ہے، جب میں عائشہ کے بستر پر ہوتا ہوں۔ (سبحان اللہ)

دیکھو!...... بندے تو میرے ماتحت ہیں...... ان پر تو میرا اثر ہے، لیکن خدا تو کسی کے ماتحت نہیں...... اس پر تو میرا کوئی رعب اور دبدبہ نہیں...... وہ بھی اسی بات کو پسند فرماتا ہے کہ محبوب کو تحفہ اسی وقت ملنا چاہیے، جب وہ بستر عائشہ پر ہو...... کیونکہ میں بھی یہی پسند کرتا ہوں۔

لہٰذا ام سلمہ!...... تم اپنی پسند کو خدا اور مصطفےٰ کی پسند پر قربان کردو۔ تو یہ بات سن کر ازواج مطہرات نے اپنا مطالبہ واپس لے لیا۔

حضرات محترم!...... معلوم ہوگیا کہ

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حضرت عائشہ کو جو مقام ومرتبہ حاصل ہے پوری دنیا مل کر بھی اسے چھین نہیں سکتی...... عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم ان کے مقام ومرتبہ کو مان لیں۔

کیونکہ جو ان کے مقام کو مان جائے گا، وہ بھی صاحب مقام بن جائے گا ورنہ بنا بنایا مقام چھن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیاروں کی عظمت وشان اور رفعت ومقام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائے...... آمین!......

محترم سامعین! ملاحظہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ اور محبوب اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی

طرف سے حضرت عائشہ صدیقہ کو کس قدر فضیلت حاصل تھی۔

تمام عورتوں سے افضل:

کون عائشہ صدیقہ؟

جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

فضل عائشه على النسآء كفضل الثريد على سائر الطعام

(بخاری ۱/۵۳۲)

عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید یعنی گوشت کے شوربے میں بھگو کر روٹی کے ٹکڑے والے کھانے کی فضیلت، باقی کھانوں پر دوسری حدیث میں ہے:......

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:......

مردوں میں بہت کامل گذرے ہیں اور عورتوں میں صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کامل ہیں......اور عائشہ......اس کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔(بخاری ۱/۵۳۲)

معزز حضرات! اس حدیث میں ثرید کا ذکر ہے حقیقت حال سے آگاہ ہونے کیلئے اس کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ کیا چیز ہے......

تو سنیئے!

گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے توڑ کر بھگو لیئے جائیں تو اس کھانے کو ثرید کہا جاتا ہے۔عرب کے ہاں یہ کھانا بڑا لذیذ اور پسندیدہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دنیا والوں اور جنت والوں کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔

(ابن ماجہ ۲۴۷)

یعنی اس کھانے کو باقی تمام کھانوں کا سردار اور سب سے زیادہ فضیلت والا سمجھا جاتا ہے
......تو نتیجہ یہ نکلا کہ

جس طرح ثرید کا کھانا تمام کھانوں کا سردار ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ تمام عورتوں کی سردار ہیں ......اور جیسے تمام کھانوں پر ثرید کو فضیلت حاصل ہے ایسے ہی تمام عورتوں پر حضرت عائشہ کو فضیلت حاصل ہے۔

حضرت جبریل کا سلام:

کون عائشہ صدیقہ؟

جنہیں فرشتوں کا سردار جبرئیل بھی سلام کہتا ہے۔

آپ خود فرماتی ہیں ......ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! یہ جبرئیل ہیں جو تم کو سلام کہہ رہے ہیں میں نے کہا

وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (بخاری ۱/۵۳۲)

اور جبرئیل پر بھی سلام ہو اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں بھی ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ کا عقیدہ:

حضرات مکرم!......

یہاں پر اپنی روحانی اور ایمانی ماں سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق (رضی اللہ عنہم) کا پیارا......مبارک......پاکیزہ......نکھرا......اور صاف ستھرا عقیدہ بھی سنتے چلیں ......تاکہ آپ کے ایمان کو جلا......عقیدہ کو پختگی......نظریہ کو مضبوطی......روح کو پاکیزگی اور قلب کو تازگی نصیب ہو۔

سنیے!......میری اور آپ کی ماں، کا کیا عقیدہ تھا؟

رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عائشہ کو حضرت جبرئیل امین کا سلام پہنچایا......اور آپ نے اس کا جواب دیا۔تو ساتھ ہی یہ جملہ بھی کہا۔

تری مالا اری (بخاری ۱/۵۳۲، مسلم)

یارسول اللہ!...... میں نے جبرئیل کو نہیں دیکھا، آپ نے دیکھا ہے، میں آپ کے دیکھنے پر اعتماد کر کے عرض کر رہی ہوں کہ جبرئیل کو میرا سلام ہو، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ کیونکہ میرا ایمان اور عقیدہ ہے کہ آپ وہ کچھ دیکھ لیتے ہیں ...... جو مجھے نظر نہیں آتا۔

آپ کی نگاہ وہاں تک پہنچ جاتی ہے...... جہاں تک میری نگاہ نہیں جاتی۔

حضور! جو چیزیں ہم سے چھپی ہوتی ہیں...... وہ آپ پر عیاں ہوتی ہیں اور آپ انہیں ملاحظہ فرماتے ہیں۔

نگاہِ مصطفیٰ ﷺ کا اعجاز: معزز حاضرین!......

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وہی عقیدہ بیان فرما رہی ہیں جسے عام طور پر ہم سنی لوگ حاضر وناظر یا علم غیب کا عقیدہ کہہ کے یاد کرتے ہیں۔

اور وہ یہ ہے کہ...... جو

ہم سے نہاں ہے ...... آپ پر عیاں ہے

ہم سے پوشیدہ ہے ...... آپ پر ظاہر ہے

ہم سے اوجھل ہے ...... آپ کے سامنے ہے

ہم سے چھپا ہے ...... آپنے اسے دیکھا ہے

جو ہم نہیں جانتے ...... آپ جانتے ہیں

جو ہم نہیں دیکھتے ...... آپ دیکھتے ہیں

جو ہم نہیں سنتے ...... آپ سنتے ہیں

اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا

سر عرش پر ہے تیری گزر...... دل فرش پر ہے تیری نظر

ملکوت و ملک میں کوئی شئے ...... نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

اور اس حقیقت کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا ہے

ارشاد نبوی ہے:

انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون . (ترمذی ۲/ ۵۷)

بے شک میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ باتیں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

ارشاد مبارک ہے۔

ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقھا ومغاربھا

(مسلم ۲/ ۳۹۰، ترمذی)

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا ہے، میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا ہے۔

معلوم ہوا، کہ......

آپ کے حاضر و ناظر اور غیب جاننے کا عقیدہ اس قدر پختہ اور مضبوط ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو وہی عقیدہ دیا اور حضرت عائشہ صدیقہ نے بھی اپنی روحانی اولاد کو یہی عقیدہ عطا فرمایا ہے۔

اب فیصلہ آپ کریں کہ

فرمانبردار بیٹا کون ہے؟...... جو ماں کے عقیدے کو مانتا ہوں، یا ایسا عقیدہ رکھنے والے کو مشرک اور جہنمی کہتا ہو؟......

محترم حضرات!......توجہ فرمائیں!......

اس سلسلہ ہماری ان لوگوں سے تو سرے سے کوئی بات ہی نہیں...... جو حضرت عائشہ صدیقہ کو تسلیم ہی نہیں کرتے، کیونکہ حضرت عائشہ کو ماننا تو ایمان والوں کا کام ہے، ہم دعوت فکر ان لوگوں کو دینا چاہتے ہیں...... جو حضرت عائشہ صدیقہ کو ماں بھی کہتے ہیں اور ان کے بتائے ہوئے عقائد کو کفریہ اور شرکیہ بھی قرار دیتے ہیں۔

ان سے پوچھیے!......کیا ماں کے قدموں سے جنت ملتی ہے یا جہنم؟......

اگر ہر ماں کے قدموں تلے جنت ہے......تو حضرت عائشہ ایسی ماں ہے کہ دنیا والوں کو ایمان...... اسلام...... دین......قرآن اور معرفت کا پیغام ان کے گھر سے ملا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:......

خذوا شطر دينكم عن حميرا

اپنے دین کا ایک حصہ عائشہ سے حاصل کرو۔

لوگو، بتاؤ!...... جب حضرت عائشہ کے در سے دین ملتا ہے......تو آؤ ہم ان کے عقائد و نظریات کو تسلیم کریں تا کہ اختلافات بھی ختم ہو جائیں اور ہمیں اپنی ماں کے قدموں سے جنت بھی مل جائے اور اس کے در سے دینداری بھی حاصل ہو جائے۔

حضور کے علم غیب کا عقیدہ حضرات محترم!......

الحسنات عدد نجوم السمآء (مشکوۃ ۵۶۰)

یا رسول اللہ! کیا کوئی ایسا بھی ہے کہ جس کی نیکیاں آسمان کے تاروں کی تعداد کے برابر ہوں؟

سوال سنیئے!...... کیا ایمان افروز سوال ہے؟...... سبحان اللہ!

آپ دریافت فرما رہی ہیں کہ کیا کوئی ایسا فرد بھی ہے جس کے نیک اعمال آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں؟......

حضرات!...... یہ ایسا سوال ہے کہ اسکا جواب دینے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ آسمان کے ستاروں کی تعداد کو بھی جانتا ہو...... اور اپنے غلاموں کی نیکیوں کے متعلق بھی اسے پورا پورا علم ہو...... کیونکہ اگر تاروں کی گنتی کا علم ہو اور غلاموں کی نیکیوں کی خبر نہ ہو تو جواب نہیں دیا جا سکتا...... اور اگر غلاموں کی نیکیاں معلوم ہوں، اور تاروں کی تعداد کا علم نہ ہو، تو پھر بھی جواب نہیں ہو سکتا۔

تو جب حضرت عائشہ صدیقہ پوچھ رہی ہیں کہ کیا آپ کے کسی امتی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں...... تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت عائشہ کا عقیدہ یہ ہے کہ میرا نبی آسمان کے ستاروں کی تعداد کو بھی جانتا ہے اور اپنے غلاموں کی نیکیوں کو بھی جانتا ہے۔

سبحان اللہ!......

میرے نبی کا کمال: معزز سامعین!......

یہ تو حضرت عائشہ کا عقیدہ تھا ناں!...... آگے میرے نبی کا کمال دیکھو، آپ

حضرت عائشہ کے اس سوال پر ناراض نہیں ہوئے۔ غصہ بھی نہیں فرمایا...... اور ڈانٹا بھی نہیں...... کہ عائشہ تو نے آج یہ کیسا سوال کر دیا ہے؟ بھلا مجھے کیا پتہ کہ کس نے کتنی نیکیاں کی ہیں اور آسمان کے تارے کتنے ہیں۔ میں کیا جانوں...... نہیں، نہیں بلکہ میرے آقا نے فرمایا:......

عائشہ تیرا سوال یہ ہے کہ میرے کسی امتی کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں؟...... تو سن......

نعم...... ہاں

میں میرے نبی نے ہاں فرما کر بتا دیا کہ یقیناً مجھے آسمان کے ستاروں کی تعداد کا بھی علم ہے اور اپنے غلاموں کی نیکیوں کا بھی علم ہے......

حضرات توجہ فرمائیں!......

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاں فرمایا تو حضرت عائشہ نے بڑی توجہ سے جواب سنا کہ دیکھوں زبان رسالت پر کس کا نام آتا ہے؟......

تو آپ نے بلا توقف...... بلا تاخیر...... بغیر کسی سوچ وبچار کے فوراً فرما دیا

نعم عمر......

ہاں میرا عمر وہ خوش نصیب ہے کہ جس کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں

آپ ﷺ کی وسعت علم: حضرات گرامی! ذرا توجہ چاہوں گا!......

میرے آقا کے وسعت علم کے کیا کہنے۔

آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر کی تمام نیکیوں کو جانتے ہیں...... حالانکہ حضرت عمر نے تمام نیکیاں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بظاہر سامنے اور آپ کے روبرو نہیں کیں...... بلکہ

کچھ نیکیاں...... حضور کے سامنے کیں

کچھ نیکیاں...... مسجد نبوی میں آپ کے علاوہ کیں

کچھ نیکیاں...... اپنے گھر میں کیں

کچھ نیکیاں...... مدینے کے دیگر مقامات پر کیں

کچھ نیکیاں...... مکے اور دیگر شہروں میں کیں

کچھ نیکیاں...... حضور کی ظاہری زندگی میں کیں

کچھ نیکیاں...... آپ کے وصال کے بعد کیں

کچھ نیکیاں...... دور صدیقی میں کیں

اور کچھ نیکیاں...... اپنے دور میں خلافت میں کیں

میرے آقا ہر نیکی کو جانتے ہیں:

میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر کی ہر نیکی...... ہر بھلائی...... ہر خوبی...... ہر اچھائی...... ہر بہتری اور ہر نیک عمل کو جانتے ہیں......

خلوت وجلوت کے تمام اعمال حسنہ کو پہچانتے ہیں

اس لیے آپ نے فرمایا کہ عمر کی ساری عمر کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں۔

جس سے واضح ہو گیا...... کہ نگاہ نبوت کے سامنے کوئی پردہ نہیں...... کوئی رکاوٹ نہیں...... کوئی چیز حائل نہیں ہوتی...... آپ ہر عمل کو جانتے ہیں اور غلاموں کی ہر نیکی کو پہچانتے ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ میرے کس غلام نے کتنے نیک عمل کیئے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو آپ کے سامنے ہتھیلی کی طرح کر دیا ہے آپ دنیا میں ہونے والے ہر کام کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور قیامت تک

ہونے والے ہر عمل کو جانتے ہیں۔جیسا کہ حدیث پاک میں ہے آپ نے ارشاد فرمایا:

ان الله زوی لی الارض.... (کنزالعمال ۱۱/۴۲۰، زرقانی ۷/۲۰۴)

اور آپ کی امت کے اعمال آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں

ارشاد نبوی ہے۔تعرض علی اعمال....

(مسلم ۱/۲۰۷ مصنف ابن ابی شیبہ ۱۰/۳۹۰)

اس لیئے آپ اپنی امت کی ہر نیکی کو بھی جانتے ہیں......اور ہر بدی کو بھی جانتے ہیں۔

حضرت عائشہ کا دوسرا سوال: حضرات محترم!......

اب جی چاہتا ہے کہ اس حدیث کو مکمل عرض کردوں......سنیئے...... جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو جواب ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں۔تو وہ عرض کرتی ہیں:

فاین حسنات ابی بکر،

حضور! اگر اتنی نیکیاں عمر کی ہیں،تو میرے والد ابوبکر کی نیکیاں کدھر گئیں؟۔

اللہ اکبر!......درحقیقت حضرت عائشہ کا خیال تھا کہ نیکیوں میں سب سے بڑی تعداد یہی ہو سکتی ہیں،کہ آدمی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہوں اور ان کا گمان یہ تھا کہ ایسے فرد صرف ان کے والد گرامی حضرت ابوبکر ہی ہو سکتے ہیں۔اس لیے جواب میں حضرت عمر کا نام سن کر پوچھتی ہیں کہ حضرت ابوبکر کی نیکیاں کہاں گئیں؟

حضرت ابوبکر کی نیکیاں:

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما جميع حسنات عمر كحسنة واحدة من حسنات ابى بكر

عائشہ!.....تو نے ابوبکر کی نیکیوں کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا.....تیرا سوال تو آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر کسی کے نیکیوں کے متعلق تھا، تو میں نے اسکا جواب دیا ہے.....باقی رہ گیا یہ سوال کہ ابوبکر کی نیکیاں کتنی ہے اور ان کی تعداد کیا ہے؟ ......تو سن!.....اس کی تعداد تجھے کیا بتاؤں، وہ تو اس قدر زیادہ ہیں کہ حساب و کتاب اور شمار و قطار میں نہیں آتیں.....صرف اتنا سمجھ لو کہ عمر کی تمام نیکیاں ابوبکر کی ایک کی نیکی کی طرح ہیں۔ (سبحان اللہ)

تو گویا حضور بتا رہے ہیں کہ اگر مجھے عمر کی نیکیوں کی خبر ہے، تو ابوبکر کی نیکیوں کو بھی جانتا ہوں، عمر کی ساری عمر کی نیکیاں ایک طرف، اور تیرے باپ ابوبکر کی ایک نیکی ایک طرف۔

حضرات گرامی!..... پتہ چلا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کا ایمان اور نظریہ یہی تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری اعمال کو بھی جانتے ہیں......

اور باطنی احوال کو بھی جانتے ہیں......

اور اللہ کا شکر ہے کہ اہل سنت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ لوگ اس عقیدے پر فتوے لگاتے ہیں تو لگاتے پھریں۔

سنیو مبارک ہو!

لیکن میں تو یہ کہوں گا...... کہ سنیو! مبارک ہو...... ماں کے نقش قدم پر تو چل رہے ہو...... اللہ تمہیں اسی عقیدے پر گامزن رکھے!...... کیونکہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے لہذا معلوم ہوا کہ ہم اھل سنت، اہل جنت ہیں۔

ہے سورۂ نوران کی گواہ:

کون عائشہ صدیقہ؟

جن کی برات کا اعلان خدا نے فرمایا تھا۔

سنیئے!...... پانچ ہجری کو حضور نے ایک غزوہ فرمایا، جسے غزوہ بنو مصطلق کہا جاتا ہے ...... حضور اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو قرعہ کے ذریعے کسی زوجہ محترمہ کو ساتھ لے جاتے۔ اس غزوہ میں قرعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کے نام نکلا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے آپ کو ساتھ لیا اور غزوہ کیلئے روانہ ہو گئے۔ فارغ ہو کر جب آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو مدینہ منورہ کے قریب ایک کھلی جگہ پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا...... چنانچہ وہاں پڑاؤ ڈال دیا گیا،

حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

مجھے قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی، میں اس کیلئے قافلے سے ذرا دور نکل گئی، جب واپس آنے لگی، تو میرا سپیوں والا ہار ٹوٹ کر گر پڑا...... میں اسے تلاش کرتی رہی۔ اور جب اپنے پالان کی جگہ پر پہنچی تو قافلہ نکل چکا تھا۔ تو میں اس ارادے سے اسی جگہ بیٹھ گئی کہ جب وہ مجھے گم پائیں گے، تو ضرور لینے آئیں گے...... چنانچہ حضرت صفوان بن معطل سلمی لشکر کے پیچھے تھے...... انکی ڈیوٹی یہ تھی کہ وہ دیکھیں کہ اگر

لشکر کا کوئی سامان رہ گیا، ہو تو اسے اٹھالائیں...... وہ اس غرض سے وہاں...... آئے...... میں سورہی تھی...... جب انہوں نے ایک انسانی ڈھانچہ دیکھا تو زور سے استرجاع کیا یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا...... یہ آواز سن کر میں اٹھ بیٹھی اور اپنے چہرے پر چادر اوڑھ لی...... انہوں نے پردے کا حکم نازل ہونے سے قبل مجھے دیکھا تھا، اس لیے مجھے پہچان لیا، انہوں نے میرے ساتھ کوئی کلام نہ کیا، بس اپنی اونٹنی کو بٹھایا مجھے اس پر سوار کر کے قافلے میں لے آئے۔

حضرت عائشہ کے گستاخ بدبخت ہیں:

حضرات اب سنیے!...... آگے کیا طوفان کھڑا ہوا؟......

جب منافقین نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے زبانیں کھول لیں۔ نہ حضور کا حیا کیا اور نہ ہی اپنی روحانی ماں کی عزت کو دیکھا...... کہلاتے مسلمان تھے...... لیکن اتنے بے شرم اور بے حیا ہو گئے کہ اپنی ماں پر تہمت لگانے سے بھی باز نہ آئے۔

معزز حاضرین!...... دنیا میں ایسے ظالم...... بدبخت...... بدطینت...... بد کردار...... اور بدنہاد، شقی القلب لوگ بھی ہوتے ہیں...... جو خود تو بے عزت ہوتے ہیں...... معاشرے میں ان کا کوئی مقام نہیں ہوتا...... کوئی انہیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا...... کوئی انہیں احترام سے نہیں بلاتا...... وہ بدباطن دوسروں کی عزت سے بھی کھیلنے لگتے ہیں......

ظاہر ہے کہ کسی کی عزت کو وہی محسوس کر سکتا ہے...... جس کی اپنی عزت ہو...... اور جو خود ذلیل وخوار...... بدسرشت وبدکردار ہو اسے کیا خبر کہ عزت کیا چیز

ہے؟...... عزت کتنی نازک شے ہوتی ہے؟

ایسے بے شرموں کو......

نہ ماں کی عزت نظر آتی ہے...... نہ بہن کی۔

نہ بیٹی کی شرم ہوتی ہے...... نہ بیوی کی۔

نبی کا گستاخ سب سے بڑا بد بخت ہے:

اور ان سے بھی بڑھکر وہ لوگ بد بخت ہیں، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت سے کھیلیں...... آپ کو نبی بھی مانیں...... رسول بھی تسلیم کریں لیکن آپ کی ازواج مطہرات کے متعلق زبان درازی بھی کریں۔

حالانکہ قرآن نے آپ کی بیویوں کو مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے۔ ایسے لوگ کسی معافی کے حقدار نہیں۔

قوم انہیں کبھی معاف نہ کرے۔ ایسے لوگوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں...... ان سے کسی قسم کی رواداری...... علیک سلیک اور وابستگی رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غداری و بے وفائی ہے۔

مسلمانو!...... جو ہماری ماؤں کی شرم نہیں کرتا وہ ہمارا کیا لگتا ہے۔ غیرت مند بیٹوں کیلئے دعوت فکر ہے۔

حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والے مسلمان نہ تھے:

حضرات! عرض یہ کر رہا تھا کہ ان نام کے مسلمانوں اور صرف زبان سے ایماندار بننے والوں نے ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ پر بدکاری کی تہمت لگا کر رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف دی۔

ان بدباطنوں کے بہکاوے میں کچھ غفلت ...... بے توجہی کا شکار ہونے والے...... سادہ لوح مسلمان بھی آگئے، جنہیں بعد میں معاف کر دیا گیا۔ اس پر انھوں نے خود بھی ندامت، پشیمانی اور شرمندگی کا اظہار کیا تھا۔

اس صورت حال سے حضرت عائشہ صدیقہ ابتداءً بے خبر تھیں۔ انہیں تقریباً ایک ماہ بعد اسکا علم ہوا۔ جب کہ وہ ام مسطح، حضرت ابوبکر کی خالہ کیساتھ قضائے حاجت کیلئے گئیں۔ انھوں نے حضرت عائشہ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

پاک نبی کی پاک بیوی:

حضرات گرامی!......

ہوا یوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہ کیا۔ بلکہ آپ یہ چاہتے تھے کہ چونکہ مسئلہ گھر کا ہے اس لیئے حضرت عائشہ کی برات کا اعلان خدا فرمائے گا۔ میں خود اسکا فیصلہ نہیں کروں گا،

تاہم آپ نے شرعی تقاضے پورے کرتے ہوئے حضرت عائشہ کے حق میں گواہیاں بھی طلب فرمائیں۔

صحابہ کرام نے اور حضرت عائشہ کی باندی حضرت بریرہ نے بیک زبان عرض کیا...... یارسول اللہ!...... آپ کی زوجہ بالکل پاک ہے...... ہر برائی سے دور ہے ...... ہر غلطی سے نفور ہے...... اور عیب اور داغ سے صاف ہے۔

توجہ فرمائیں!...... ان گواہیوں کے بعد خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کے عظیم اجتماع کے سامنے حضرت عائشہ کی عفت...... طہارت اور پاک دامنی کو یوں بیان فرمایا:

فواللہ ماعلمت علی اھلی الاخیراً۔ (بخاری ۲/ ۶۹۷)

خدا کی قسم! میں اپنی اھلیہ کے متعلق بھلائی اور پاکیزگی کے سوا کچھ نہیں جانتا۔
یعنی مجھے علم ہے کہ میری اھلیہ، عائشہ صدیقہ بالکل پاک اور صاف ہے۔ اس میں ایسی کوئی برائی نہیں ہے۔ جس کے متعلق یہ بدبخت شور مچاتے پھرتے ہیں۔

تہمت لگانے والوں کے حامیوں کا شک:

محترم سامعین!...... یہاں بڑے افسوس کے ساتھ یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ایک تو وہ بدنہاد لوگ تھے، جنہوں نے حضرت عائشہ پر غلط کاری کی تہمت دھری...... اور دوسرے اس دور کے وہ ناعاقبت اندیش لوگ ہیں، جن کا یہ موقف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کے متعلق بے یقینی تھی۔ معاذ اللہ

آپ کو ان کی طہارت اور پاکدامنی کے بارے میں شک تھا استغفر اللہ۔
آپ بتائیں!...... ان دونوں میں کیا فرق رہا...... ایک نے اپنی ماں پر تہمت لگائی اور دوسرے گروہ نے اپنے نبی پر لاعلمی کی تہمت لگائی دی، العیاذ باللہ

یہ تو اس سے بھی سنگین جرم ہے...... ہمارا ان سے مطالبہ ہے کہ وہ اپنے دعوے پر کوئی آیت یا کوئی روایت پیش کریں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ کے بارے میں لاعلم اور بے یقین تھے۔

تف ہو ایسے عقیدے پر:

نادانو!...... وہ تو قسم اٹھا کر فرما رہے ہیں کہ مجھے علم ہے میری عائشہ پاک ہے...... لہٰذا تم اپنے ایمان کی فکر کرو...... اگر اس کی کوئی موجود ہو تو...... کیونکہ تمہیں حضور

کی قسم پر بھی اعتبار نہیں ہے۔

تف ہو تمہارے ایسے عقیدے پر!

مسلمانو! ان دونوں فرقوں کو پہچانو! یہ دونوں گروہ مجرم ہیں......اور

ع دونوں پائیں گے سزا تقصیر ہے دونوں کی ایک

پریشان ہونا لاعلمی کی دلیل نہیں:

کہتے ہیں جی!......اگر حضور کو علم ہوتا تو آپ صحابہ سے کیوں پوچھتے......اور پریشان کیوں ہوتے؟

نادانو!......آپ نے صحابہ سے اس لئے استفسار فرمایا تاکہ شرعی تقاضے پورے ہوں......اور کوئی ظالم یہ نہ کہہ دے کہ جب دوسروں کے مقدمے پیش ہوتے ہیں تو گواہیاں مانگتے ہیں......اب اپنے گھر کا مسئلہ ہے......اس لیے سارے فیصلہ خود کر رہے ہیں۔

اور یاد رکھو!...... پریشان ہونا لاعلمی کی دلیل نہیں، علم ہونے کے باوجود بھی آدمی پریشان ہو جاتا ہے۔

دیکھئے! اگر کسی نیک سیرت...... نیک خصلت......اور متقی پرہیزگار آدمی پر بدکاری کی...... چوری کی......یا نشہ کرنے کی تہمت لگ جائے تو وہ جتنا زیادہ پاک صاف ہوگا......اتنا ہی زیادہ پریشان ہوگا

اسکا پریشان ہونا، لاعلمی کی دلیل نہیں...... بلکہ اسے یقین ہے کہ وہ اس برے کام کے قریب بھی نہیں گیا......وہ تو دکھ اور صدمے کی وجہ سے پریشان ہوتا ہے کہ۔

ع ہم جیسے دیوانوں سے بھی کر گئے دنیاداری لوگ

ایسے ہی مواقع ہم نے بڑے بڑے لوگوں کو پریشان ہوتے دیکھا ہے...... پوچھنے پر جواب ملتا ہے کہ......

میرا لڑکا، پاک صاف ہے......لیکن فلاں بدمعاش نے تہمت لگادی ہے......

میرا بھائی بے گناہ ہے......فلاں جھوٹے مقدمے میں پھنس گیا ہے...... کسی نے ویسے ہی اسکا نام درج کروادیا ہے۔

معلوم ہوا کہ پریشانی صرف لاعلمی کی وجہ سے نہیں ہوتی اس کی اور کئی وجوہات بھی ہوسکتی ہیں۔

قرآن سے استدلال: محترم سامعین!......

اور اگر یہ لوگ ہماری بات کو نہ مانیں اور اپنی ضد پر قائم رہیں اور حضرت عائشہ کی پاکدامنی اور حضور کے علم وسیع کا لحاظ نہ کریں......

اور یہی رٹ لگائیں کہ پریشانی لاعلمی کی وجہ سے ہی ہوتی ہے......تو آؤ!......

قرآن سے ایک دلیل پیش کرتا ہوں......خدا سمجھ عطا فرمائے......آمین!......

سنو!......اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر. (آل عمران ۱۷۵)

یعنی اے محبوب! یہ لوگ کفر میں جلد بازی کرتے ہیں آپ ان کی وجہ سے پریشان نہ ہوں۔

یعنی جب کوئی کفر کرتا تھا، تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہوجاتے تھے

کہ مولا!...... یہ حقیقت کو کیوں نہیں سمجھتے، صحیح راستے کی طرف کیوں نہیں آتے، تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو تسلی دیتا ہے محبوب! وہ کفر اختیار کر کے جہنم میں جاتے ہیں تو جانے دیں آپ پریشان نہ ہوا کریں۔

اب بتایئے!......کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لاعلمی کی وجہ سے پریشان ہوتے تھے؟

کیا آپ کو اسلام کے برحق ہونے کا علم نہیں تھا؟......

اپنے سچا ہونے کا یقین نہیں تھا؟......

کفر کے باطل ہونے اور کافروں کے غلط ہونے کی خبر نہیں تھی؟......

تھی اور ضرور تھی......پھر آپ پریشان کیوں ہوئے؟......

کافروں کے غلط انداز اور غلط طریقہ کار پر پریشان ہوتے تھے۔

اب سمجھ جایئے کہ ایسے ہی آپ کو حضرت عائشہ کے پاکدامن ہونے کا یقین تھا......لیکن پریشان کیوں ہوئے......منافقوں کی زبان درازی پر پریشان ہوئے تھے۔

حضرت عائشہ کی پاکدامنی کی گواہیاں خدا نے دی: سامعین حضرات!......

اب وہ لمحہ تھا کہ منافقین، بدبختوں نے اس فتنہ وفساد کو پورے زور وشور سے عام کیا......اب ضرورت اس امر کی تھی کہ ان کے منہ بند کیے جائیں......ان کا ناطقہ بند کیا جائے......انہیں برسر عام ذلیل ورسوا کیا جائے۔ حاضرین کرام!......قدرت کے کام بڑے نرالے ہوتے ہیں۔ خدا بڑا بے نیاز ہے......اور، بندہ نواز بھی ہے۔

دیکھیے!......

جب حضرت موسیٰ پر تہمت لگی......

توان کی برأت کی گواہی پتھر نے دی

جب حضرت مریم پر تہمت لگی......

توانکی طہارت کی گواہی حضرت عیسیٰ نے بچپن میں دی۔

جب حضرت یوسف پر تہمت لگی......

توان کی پاکدامنی کی گواہی ایک بچے نے دی۔

جب بنی اسرائیل کے ولی جریج پر تہمت لگی......

توان کی عفت کی گواہی شیر خوار بچے نے دی۔

لیکن جب تہمت لگی حضرت عائشہ پر......

تو چونکہ یہ حضور کی عظمت کا مسئلہ تھا......خدا کے محبوب کی عزت کا معاملہ تھا......اس لیے خدا نے فرمایا:......اب گواہی نہ کوئی پتھر دے گا......نہ حجر اور شجر دے گا......اور نہ ہی میں نے بچوں سے گواہی دلانی ہے......اس لیئے

عائشہ کی پاکدامنی کی گواہی میں خود خدا دوں گا......

تا کہ جو میری گواہی میں شک کرے کافر ہو کر تو مرے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی دس آیتیں (بعض کے نزدیک اٹھارہ اور بعض کے نزدیک بیس آیات) اتاریں......

حضرت عائشہ کی برأت کو سورہ نور کا حصہ بنا دیا......اور سورہ نور کو قرآن میں سجا دیا......اب قیامت تک مسلمان قرآن پڑھتے رہیں گے اور عظمت عائشہ کے ڈنکے بجتے رہیں گے......اور دشمنانِ عائشہ جلتے رہیں گے......جبکہ مسلمانوں کے چہرے خوشی سے

چمکتے رہیں گے...... (سبحان اللہ)

امت کیلئے تیمّم کا تحفہ: حضرات گرامی!......

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذات ہی وہ عظیم ذات ہے جن کی برکت سے امت کو تیمم کا تحفہ نصیب ہوا تھا۔

ایک موقع پر حضرت عائشہ نے اپنی بڑی بہن حضرت اسماء سے عاریۃً ہار لیا تھا...... وہ گم ہو گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تلاش کرنے کیلئے صحابہ کرام کو بھیجا اور خود آرام فرمانے لگے، نماز کا وقت آ پہنچا...... پانی نہ ملنے کی وجہ سے لوگوں نے بغیر وضو کے ہی نماز پڑھ لی، پھر صحابہ کرام نے حضور کی بارگاہ میں آ کر پانی نہ ملنے کی شکایت کی، تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی یہ آیت نازل فرما دی......

فلم تجدوا مآء فتیمموا صعیدا طیباً الآیہ ۔ (النسآء، ۴۳)

یعنی اے مسلمانو! اگر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ لیا کرو۔

اللہ تعالیٰ تمہاری نمازوں کو قبول فرمالے گا۔

یہ حضرت عائشہ صدیقہ کی برکت ہے کہ قیامت تک کے مسلمانوں کو یہ آسانی اور سہولت مل گئی کہ اگر انہیں پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لیں۔ ان کی نمازیں درست ہیں۔

اسی موقع پر ایک صحابی حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

ماھی باول برکتکم یا ال ابی بکر ۔ (بخاری)

اے ابو بکر کی بیٹی! یہ آپ کی پہلی برکت نہیں ہے۔

دیکھیے!...... کس قدر آسانی اور نرمی مل گئی امت کو، حضرت عائشہ کی وجہ سے ہمیں اللہ کی بارگاہ میں شکر کرنا چاہیئے ...... ان کا بڑھ چڑھ کر ذکر کرنا چاہیے ...... کیونکہ آپ ہماری محسنہ ہیں ...... اور دانشمند لوگ اپنے محسنین کو بھولا نہیں کرتے بلکہ یاد رکھتے ہیں ......

تلاش کرنا لاعلمی کی دلیل نہیں: معزز حضرات!......

بعض لوگوں کو اس واقعہ پر بھی تنقید کا موقع مل گیا۔ وہ کہنے لگے کہ، حضور کو علم ہوتا تو ہار کو تلاش کیوں کراتے؟ ...... ان نادانوں کو اتنی خبر نہیں کہ تلاش کرنا لاعلمی کی دلیل نہیں۔

سنو!...... حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب مصر میں دوسری بار ان سے غلہ لینے آئے، تو ان میں حضرت بنیامین بھی تھے، گیارہ بھائی جب شاہی دربار میں داخل ہوئے تو حضرت یوسف نے اپنے ماں جائے بنیامین کو پہچان لیا اور انہیں اپنے پاس ہی رکھنے کیلئے شاہی پیانہ انکی گٹھری میں رکھوا دیا۔ جب وہ چلے گئے تو خدام سے فرمایا...... انہیں واپس بلا کر انکی تلاشی لو!...... جب دس بھائیوں کی تلاشی لی گئی، تو کسی کی سے پیانہ نہ نکلا۔ آپ نے فرمایا کہ اب تم جاؤ!...... کیونکہ جب دس آدمیوں سے پیانہ برآمد نہیں ہوا تو گیارہویں کے پاس کیسے ہوگا؟...... انھوں نے کہا یہ ہم پر فخر کرے گا کہ بادشاہ کو تم پر شک تھا، مجھ پر نہیں ۔...... آپ اس کی بھی تلاشی لیں!......

جب حضرت بنیامین کی تلاشی لی تو پیانہ مل گیا۔ اور پیانہ ملنا ہی تھا ...... چونکہ خود ہی رکھا تھا...... اب یہ علم کے باوجود تلاش کرائی۔

سامعین حضرات!......

یہ کوئی قصہ کہانی یا کمزور بات نہیں، بلکہ قرآن مجید، تیرھواں پارہ، سورہ یوسف اور پارے کا تیسرا رکوع ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کذلک کدنا لیوسف (یوسف ۷۶)

یعنی یہ طریقہ یوسف کو ہم نے سکھایا تھا۔

معلوم ہوا کہ...... جس طرح یوسف علیہ السلام علم ہونے کے باوجود پیانہ تلاش کرائیں، تو ان کے علم میں فرق نہیں آسکتا...... اسی طرح میرے نبی بھی علم ہونے کے باوجود ہار تلاش کرائیں تو آپ کے علم میں بھی فرق...... نہیں آسکتا۔

حضور کو علم تھا...... یہی وجہ ہے کہ بعد میں آپنے ایک آدمی کو بھیجا تو اس نے اونٹ کو اٹھایا تو نیچے ہار پڑا تھا۔ (بخاری ۱/)

سامعین حضرات!......

حضرت عائشہ کو ہار مل گیا اور امت کو تیمم کا تحفہ مل گیا۔ اللہ کرے کہ حضور کے علم غیب پر اعتراض کرنے والوں کی بھی تسلی ہو جائے۔ آمین

چند امتیازی فضائل: حضرات گرامی!......

اب آخر میں چندان امتیازی فضائل کی فہرست بھی سن لیں جو اس امت میں یا ازواج النبی میں صرف حضرت عائشہ صدیقہ کو حاصل ہیں، یہ بات حضرت عائشہ خود بیان فرماتی ہیں...... ماں کی شان اپنی ماں کی زبان سے سنیں!...... آپ فرماتی ہیں:

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو انعامات فرمائے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حجرے میں وصال فرمایا۔

میری باری میں وصال فرمایا۔

میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے وصال فرمایا۔

آپ کے وصال کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب دہن اور آپ کے لعاب دہن کو جمع کر دیا......

وہ یوں کہ میرے بھائی عبدالرحمان مسواک ہاتھ میں لیئے اندر آئے اور آپ مجھ سے ٹیک لگائے تھے میں نے دیکھا کہ آپ ان کی طرف دیکھ رہے ہیں، میں نے جان لیا کہ آپ مسواک پسند کر رہے ہیں، میں نے پوچھا کہ کیا میں آپ کیلئے مسواک لوں؟......آپ نے سر کا اشارہ فرمایا کہ ہاں!......میں نے ان سے مسواک لے کر آپ کو پیش کی، وہ آپ کو سخت لگی، میں نے پوچھا!......حضور میں نرم کر دوں؟......آپ نے ہاں کا اشارہ فرمایا میں نے (چبا کر) اسے نرم کر کے آپ کو پیش کیا۔ یوں میرا لعاب اور آپ کا لعاب جمع ہو گیا۔ (بخاری، مسلم)

سبحان اللہ!

باقی امتیازی فضائل یہ ہیں کہ

فرشتہ میری تصویر لے کر رسول اللہ کے پاس آیا

آپ کے نکاح میں صرف میں کنواری خاتون تھی

میں اور رسول اللہ جب ایک لحاف میں ہوتے تو آپ پر وحی نازل ہوتی

میرے متعلق قرآن کی ایسی آیات نازل ہوئیں اگر وہ نازل نہ ہوتیں تو امت ہلاک ہو جاتی۔ (مثلاً تیمم کرنا اور تہمت کی سزا کا مقرر ہونا)

میں نے جبریل کو دیکھا اور میرے علاوہ آپ کی ازواج میں سے کسی نے حضرت جبریل کو دیکھنے کا شرف حاصل نہیں کیا۔

میرے حجرے میں آپ کی روح قبض ہوئی۔

جب آپ کی روح قبض ہوئی تو میرے اور فرشتے کے علاوہ حجرے میں کوئی اور نہ تھا۔ (المستدرک، ۲/۱۹۱)

محترم حضرات!...... یہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہ کے وہ انفرادی فضائل جنہوں نے آپ کو تمام ازواج مطہرات سے ممتاز کردیا ہے......

اللہ آپ پر لاتعداد رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

وماعلینا الا البلاغ المبین

===============

چوتھا بیان

ام المومنین

حضرت

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

خطبہ

الحمدللہ وکفٰی والصلوٰۃ، والسلام علی من لانبی بعدہ، وعلیٰ آلہ و اصحابہٖ و ازواجہ وذریاتہٖ جمیعا. اما بعد، فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہٗ امھا تھم .الآیہ

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

قابل صد احترام، سامعین وحاضرین کرام!......

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی رشد و ہدایت کیلئے جتنے نبی اور رسول مبعوث فرمائے ہیں...... وہ سب شان وعظمت والے ہیں...... لیکن ہمارے آقا، تاجدار انبیاء، حبیب کبریاء، احمد مجتبیٰ، حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ تمام نبیوں سے افضل واعلیٰ اور بلند وبالا ہیں۔

نسبت مصطفےٰ ﷺ کی بہاریں:

بلکہ، جو چیز بھی آپ کی بارگاہ میں آگئی، وہ شان پاگئی......

آپ کے جسم اقدس کیساتھ

اگر کوئی کپڑا، لگ گیا...... کوئی زمین کا ٹکڑا، لگ گیا، کوئی پتھر لگ گیا...... کوئی ...... خاکی بشر لگ گیا۔

بس آپ کے ساتھ لگنے کی دیر تھی، کہ وہ عزت اور مقام پا گیا۔

اگر میرے نبی کے قدم مبارک مکے کی گلیوں میں آئیں...... تو خدا فرمادیتا ہے:

لا اقسم بھذا البلد...... مجھے اس شہر کی قسم!

میں نے پوچھا...... یا اللہ تو مکے کی گلیوں کی قسمیں کیوں ارشاد فرماتا ہے؟ اس لیئے کہ ...... یہاں پر

تیرا گھر ہے........... جنتی پتھر ہے

مروہ وصفا ہے........... عرفات ومزدلفہ ہے

آب زمزم ہے...... مقام ملتزم ہے

آواز آئی...... نہیں...... نہیں......

لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد

میں مکہ شہر کی قسمیں صرف اس لیئے فرماتا ہوں، کہ اس شہر کی گلیوں، اور بازاروں میں میرے محبوب کے قدم لگے ہیں۔

حضرات گرامی!...... اگر بے جان چیزوں کو بارگاہ رسالت کی نسبت سے یہ مقام ملتا ہے، تو اشرف المخلوقات انسان کی عظمت کا عالم کیا ہوگا؟

یہی وجہ ہے کہ اگر میرے نبی کی بارگاہ میں

ابوبکر آیا...... تو صدیق ہو گیا......

عمر آیا...... تو فاروق ہو گیا......

عثمان آیا...... تو ذوالنورین ہو گیا......

علی آیا...... تو شیر خدا ہو گیا......

اعرابی آیا...... تو صحابی ہو گیا......

خاکی آیا...... تو افلاکی ہو گیا......

فرشی آیا......تو عرشی ہو گیا......

ذرہ آیا......تو آفتاب ہو گیا......

قطرہ آیا......تو سمندر ہو گیا......

کہتر آیا......تو بہتر ہو گیا......

ارذل آیا......تو افضل ہو گیا......

بے ذر آیا......تو ابوذر ہو گیا......

حیوان آیا......تو انسان ہو گیا......

انسان آیا......تو مسلمان ہو گیا......

مسلمان آیا......تو سلمان ہو گیا......

سلمان آیا......تو دنیا کا سلطان ہو گیا......

اور پھر......

اگر آپ کی زوجیت میں جو خواتین آئیں......

تو وہ قیامت تک کیلئے امہات المؤمنین بن گئیں......

بے مثل نبی نے جب ان خواتین کو اپنا بنایا......

انہیں سینے سے لگایا......

ان سے نکاح فرمایا......

انہیں اپنے گھر میں بسایا......

تو وہ عورتیں بھی بے مثل ہو گئیں......

ان کے بے مثل ہونے کا اعلان خود قرآن کر رہا ہے......

ملاحظہ ہو!......ارشاد باری تعالیٰ ہے......

یا نسآء النبی لستن کا حد من النسآء (الاحزاب،۳۲)

اے نبی کی بیویو!......تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو......

میرے نبی کے قرب کی وجہ سے اب تم خاص ہو چکی ہو......

اور دنیا جہان کی عورتوں سے افضل ہو گئی ہو......

نبی اولیٰ ہے: محترم حضرات:......

مفسرین نے لکھا ہے کہ

جنگ تبوک کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے کچھ حضرات کو جہاد میں شامل ہونے کی دعوت دی، تو انہوں نے کہا......آپ ہمیں کچھ مہلت دیں۔

نشاور آباء ناو امها تنا ....

تا کہ ہم اپنے والدین سے مشورہ کر سکیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیت نازل کر دی......فرمایا۔

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم و ازواجہٗ امھاتھم......

یعنی تم اپنے والدین سے مشورہ کی بات کرتے ہو جبکہ میرا نبی مومنوں کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ پیارا ہے۔اور ان کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔

(کتب تفاسیر)

حضرات محترم!......اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت جل جلالہٗ نے مومنوں کا اپنے نبی کے ساتھ باہمی تعلق اور رشتہ بیان فرمایا ہے کہ ایمان والوں کا اپنے نبی کیساتھ رشتہ کیا

ہے؟ مومنوں کا اپنے نبی سے کیسا تعلق ہونا چاہیے؟ اور نبی کی بیویاں مومنوں کی کیا لگتی ہیں۔ ان کے بارے میں کیا نظریہ ہونا چاہیے۔

خدا کا فیصلہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

النبی اولیٰ با لمؤمنین من انفسھم

نبی مومنوں کو ان کی جانوں سے زیادہ پیارا ہے

حضرات ذی وقار!...... جن لوگوں نے جنگ میں جانے کیلئے اپنے والدین سے مشورہ کرنے کی مہلت طلب کی تھی...... یہ اعلان فرما کر گویا اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں پر واضح کر دیا کہ

تم پر میرے نبی کا حق...... تمہارے ماں باپ سے زیادہ ہے

میرا نبی...... تمہارے ماں باپ سے زیادہ تمہاری جانوں کا مالک اور وارث ہے

تمہاری جانوں پر اتنا اختیار تمہارے ماں باپ کو بھی نہیں، جتنا اختیار میرے نبی کو ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ

تمہاری جانوں پر اتنا اختیار خود تمہیں بھی نہیں ہے...... جتنا اختیار میرے نبی کو حاصل ہے...... نہ خود تم اپنے ہو...... نہ تمہاری جانیں تمہاری اپنی ہیں...... یہ سب کچھ میرے نبی کا ہے......

تم بھی اسی بات کو مانو...... اسی نظریہ کو اپناؤ...... تمہارا بھی یہی عقیدہ ہونا چاہیے،...... کہ اگر میرا نبی تمہیں کوئی بھی...... اور کسی قسم کا بھی حکم دے دے...... اسمیں

تمہارا...... بظاہر

دنیوی نفع ہو...... یا نقصان......

کمی ہو یا بیشی ...... تم پر لازم ہے کہ

میرے نبی کے حکم میں لیت ولعل سے کام نہ لو......

کوئی چون و چرا نہ کرو...... بلکہ بغیر کسی تاخیر کے ...... اور بغیر کسی مشورہ کے

...... اسے فوراً تسلیم کرلو......

حضرات گرامی!...... اس لیئے کہ...... جب

دکان خریدنے لگو...... تو عقل سے مشورہ کرو......

مکان خریدنے لگو...... تو عقل استعمال کرو......

سودا لینا چاہو...... تو عقل استعمال کرو......

چاندی لینی چاہو...... تو عقل استعمال کرو......

تجارت کرنی ہو...... تو عقل استعمال کرو......

زراعت کرنی ہو...... تو عقل استعمال کرو

سیاست کرنی ہو تو...... عقل استعمال کرو

ثروت لینی ہو...... تو عقل استعمال کرو،

الیکشن لڑنا ہو...... تو عقل استعمال کرو

سلیکشن کرنی ہو...... تو عقل استعمال کرو

دنیا کا کوئی کام کرنا ہو...... تو عقل استعمال کرو۔

الغرض ہر معاملے میں عقل استعمال کرو......

لیکن!......جب......

مقام مصطفیٰ ﷺ کی بات آئے...... احترام مصطفےٰ کی بات آئے

عظمت مصطفیٰ ﷺ کی بات آئے......رفعت مصطفےٰ ﷺ کی بات آئے

شان مصطفیٰ ﷺ کی بات آئے...... آن مصطفےٰ ﷺ کی بات آئے

حسن وجمال مصطفیٰ ﷺ کی بات آئے......خدوخال مصطفیٰ ﷺ کی بات آئے

گیسوئے مصطفیٰ ﷺ کی بات آئے......آبروئے مصطفیٰ ﷺ کی بات آئے

کوئے مصطفیٰ ﷺ کی بات آئے......روئے مصطفیٰ ﷺ کی بات آئے

فرمان مصطفیٰ ﷺ کی بات آئے......اعلان مصطفیٰ ﷺ کی بات آئے

توعقل کی بجائے عشق استعمال کرو......

اسلیئے کہ......

بارگاہ رسالت میں جس نے عقل کو پیش کیا، وہ ابوجہل ہوگیا......

اور جس نے عشق کو پیش کیا، وہ ابوبکر ہوگیا......

کیونکہ بقول حضرت ابوالبیان علیہ الرحمۃ

عقل مال مست ہے......عشق حال مست ہے......

عقل پابہ رکاب ہے......عشق تابہ جناب ہے......

عقل عیار ہے......... عشق معیار ہے......

عقل چالاک ہے......... عشق پاک ہے......

عقل غمناک ہے......عشق غمناک ہے......

؎ عقل عیار ہے، سو بھیس بنالیتی ہے

عشق بے چارہ نہ زاہد نہ ملا نہ حکیم

اور......

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر ایمان کی بنیاد رکھ

کیونکہ..............

عقل والوں کی قسمت میں کہاں ذوق جنوں
عشق والے ہیں جو ہر چیز لٹا دیتے ہیں

حضور کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں:

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہٗ امھاتھم

گرامی حضرات!......اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو باتیں بیان فرمائی ہیں
میرا نبی مومنوں کو جانوں سے زیادہ پیارا ہے.....اور اسکی بیویاں ان کی مائیں ہیں
آپ کی ازواج مطہرات پوری امت کی روحانی مائیں ہیں
ہر مسلمان پر ان کا ادب اور احترام فرض ہے
ہم سب کے خادم اور غلام ہیں
حضور کی تمام ازواج مطہرات سے عقیدت رکھنی چاہیئے

کیونکہ:

سب ازواج کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے
تمام ازواج کو آپ کی زوجیت کا شرف حاصل رہا
تمام ازواج پر آپ شفقت ومحبت فرماتے تھے

تمام بیویوں کواپنا قرب عطا فرمایا

تمام عورتوں کو اپنے گھر میں بسایا

یہی وجہ ہے کہ اللہ نے ان کو قرآن میں ''اہلبیت'' کہہ کر پکارا ہے۔

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ ازواج النبی کی بارگاہ میں یوں سلام عقیدت پیش کرتے ہیں:

اہل اسلام کی مادرانِ شفیق بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

جلوہ گیانِ بیت شرف پر درود پردہ گیانِ عفت پہ لاکھوں سلام

آپ کی ازواج کے اسماء گرامی: سامعین کرام!......

محتاط مؤقف کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعداد گیارہ ہے، ان کے اسمآء گرامی ملاحظہ ہوں!......

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر

حضرت سیدہ حفصہ بنت فاروق اعظم

حضرت سیدہ ام سلمہ بنت ابوامیہ

حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان

حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہن ......

ان چھ ازواج مطہرات کا تعلق خاندانِ قریش سے تھا......

اور

حضرت سیدہ زینب بنت جحش

حضرت سیدہ میمونہ بنت حارث

حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ

حضرت سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہن

ان چار ازواج مطہرات کا تعلق دیگر عربی خاندان سے تھا۔

جبکہ...... حضرت سیدہ صفیہ بنت حیی...... رضی اللہ تعالیٰ عنہا...... کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا......

امت کی پہلی ماں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا:

حضرات محترم!......

حضور اکرم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات شان و مقام اور عزت و احترام والی ہیں...... وہ تمام امت کی روحانی مائیں ہیں...... اسلام نے ماں کو بڑا رتبہ دیا ہے...... ماں کیسی بھی ہو، وہ ماں ہی ہیں......

خدانخواستہ اگر ماں،

گنہگار...... بے نماز...... روزے کی تارک...... اور بے عمل ہی کیوں نہ ہو...... وہ پھر بھی اولاد کیلئے اللہ کی ایک عظیم ترین نعمت ہے...... اور انعام خداوندی ہے...... جنت الفردوس کا سایہ دار درخت ہے...... اس کے قدموں تلے جنت ہے...... لیکن آج میں اس ماں کی بات کرنا چاہتا ہوں۔

جو مسلمانوں کی پہلی ماں ہے، ہمارے آقا کی پہلی بیوی ہے

جس کے گھر سے اسلام کا آغاز ہوا......

جسکے در سے دنیا کو دین کا نور ملا......

جسنے سب سے پہلے حضور پر ایمان رکھا......

جسنے سب سے پہلے حضور کی امت میں داخل ہونے کا شرف پایا......

جسنے سب سے پہلے آپ کے پہلو میں نماز ادا کی......

جسنے سارے مکہ والوں کی مخالفت کے وقت بھی ہمارے نبی سے وفا کی......

یعنی......حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

کون خدیجۃ الکبریٰ؟...... حضرات گرامی، توجہ فرمائیں!......

جو زمانہ جاہلیت میں بھی طاہرہ، کے لقب سے پکاری جاتی تھی......

اور جب زمانہ اسلام میں داخل ہوئی تو دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہوگئی......

کون خدیجۃ الکبریٰ؟......

جو

خاتون اول بھی ہے............اور مومنۂ اول بھی

معلمۂ اول بھی ہے............اور محسنۂ اول بھی

نبوت کی رفیقہ بھی ہے............اور امت کی شفیقہ بھی

ام المؤمنین بھی ہے............اور خیر النساء بھی

جس کو فرشتے بھی سلام کہتے ہیں............اور خود خدا بھی

(البیان)

خدا اور جبریل کا سلام:

جیسا کہ روایت میں ہے......

ایک مرتبہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک برتن میں سالن یا کھانا لے کر بارگاہ رسالت میں آ رہی تھیں...... ان کے آنے سے قبل حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے...... اور عرض کیا:

یا رسول اللہ ھذہ خدیجۃ قد اتتک معھا اِناء فیه ادام او طعام او شراب فاذاھی اتتک فاقرأ علیھا السلام من ربھا ومنّی وبشّرھا ببیت فی الجنة من قصب لا صخب فیه ولا نصب ......

(بخاری ۱/۵۳۱، مسلم ۲/۲۸۴، مشکوٰۃ ۵۷۳)

یعنی یارسول اللہ!...... یہ خدیجہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہی ہے...... اسکے پاس ایک برتن ہے، جس میں سالن...... کھانا...... یا پانی ہے...... جب وہ آپ کی بارگاہ میں آ جائے تو اسے اس کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہہ دیں...... اور ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنا دیں...... کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت میں جوخدار موتیوں کا ایک ایسا محل تیار فرما دیا ہے...... کہ جسمیں شور وغل اور رنج وغم نہیں ہوگا...... بلکہ آرام ہی آرام ہوگا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جب بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئیں تو حضور اکرم ﷺ نے انہیں یہ سلام اور خوشخبری سنائی...... تو آپ خوشی سے کھل اٹھیں اور جو جواب دیا...... وہ بھی سننے کے قابل ہے...... آپ نے عرض کیا:

اللہ ھو السلام ومنه السلام وعلی جبرئیل السلام

یعنی حضور!...... اللہ نے مجھے سلام کہا ہے...... اب اللہ کو کوئی سلام نہیں کہہ سکتا، کیونکہ وہ خود ہی سلام ہے...... اور سلامتی اسی کی طرف سے نازل ہوتی ہے...... البتہ

جبریل کو میرا سلام کہہ دیں......(سبحان اللہ)

حضور کا حضرت خدیجہ کا سامان لے کر جانا:

کون خدیجۃ الکبریٰ؟......

جو مکے کی ایک بہت بڑی تاجرہ تھی ......سارے عرب کی تجارت حضرت خدیجہ کے گھر کا پانی بھرتی تھی ...... ہمارے آقا کا پیشہ بھی تجارت تھا......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد زوجیت میں آنے سے قبل آپ نے حضور کو پیغام بھیجا کہ آپ لوگوں کا سامان، تجارت کیلئے لے کر جاتے ہیں......آج میرا مال بھی تجارت کی غرض سے لے کر جائیں......اور جتنا نفع میں اوروں کو دیتی ہوں......اس سے دوگنا نفع آپ کو دوں گی......

حضور اکرم ﷺ نے آپ کی عرض کو شرف قبولیت بخشا......وقت مقررہ پر جب آپ حضرت خدیجہ کا سامان لے کر جانے لگے......تو حضرت خدیجہ نے اپنا غلام میسرہ آپ کے ہمراہ کر دیا، کہ یہ آپ کے آرام وراحت کا خیال رکھے گا، تیاری مکمل ہو جانے پر آپ ملک شام کی طرف چل دیئے۔

دوران سفر میسرہ اور سارے قافلے نے یہ منظر دیکھا کہ قافلہ دھوپ میں ہے جبکہ آپ پر دو فرشتوں نے سایہ کیا ہوا ہے......

ملک شام کے قریب پہنچ کر ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کی غرض سے قافلے نے پڑاؤ ڈالا......

راہب کا آپ پر ایمان لانا:

حضور اکرم ﷺ اس درخت کے نیچے آرام فرما ہوئے...... قریب ہی ایک نسطورا نامی راہب کی عبادت گاہ (خانقاہ) تھی...... اس نے جب باہر کی جانب دیکھا، تو دیکھ کر حیران رہ گیا...... کہ درخت کے نیچے کوئی جوان آرام کر رہا ہے

اس نے میسرہ کو بلایا...... اور پوچھا یہ جوان کون ہے؟ جو درخت کے نیچے آرام کر رہا ہے...... اس نے بتایا کہ یہ ہمارے مکے کا ایک تاجر ہے، ہم بغرض تجارت ملک شام میں آرہے تھے...... یہاں ذرا ستانے کے ارادے سے پڑاؤ ڈالا ہے...... نسطورا کہنے لگا اس درخت کے نیچے ہر کوئی آرام نہیں کر سکتا...... کتب سابقہ میں پیشگوئی موجود ہے کہ اس درخت کے نیچے وہ شخص لیٹے گا...... جسے اللہ تعالیٰ آخرالزماں نبی بنا کر مبعوث کرے گا...... لہٰذا مجھے ان کے پاس لے چلو...... یہ وہی آخری نبی ہوں گے......

میسرہ اس راہب کو لے جا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا...... نسطورا نے مہر نبوت کو دیکھنے کی آرزو ظاہر کی...... حضور اکرم نے اپنے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دکھایا...... نسطورا مہر نبوت دیکھتے ہی قدموں پہ گر گیا، کبھی مہر نبوت کو بوسہ دیتا ہے اور کبھی آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو چومتا ہے...... پھر عرض گذار ہوتا ہے...... کہ آپ تو وہ نبی ہیں جن کی بشارت حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام دیتے رہے ہیں...... میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔

یہ منظر دیکھ کر میسرہ کے دل پر گہرا اثر پڑا......

بالآخر قافلہ وہاں سے چلا اور ملک شام کے شہر بصریٰ، میں جا پہنچا...... آپ نے وہاں حضرت خدیجہ کا مال بیچا...... اور دوسرے ممالک سے آئی ہوئیں اشیاء کو تبادلے میں خریدا...... چلنے سے قبل جب مال و منافع کا اندازہ لگایا...... تو معلوم ہوا کہ پہلے سے دوگنا زیادہ نفع ہوا۔ توجہ فرمائیں!...... جتنا نفع حضرت خدیجہ حضور کو پیش

کرنا چاہتی تھیں، اللہ تعالیٰ نے اتنا نفع حضرت خدیجہ کو عطا فرما دیا......

وجود مصطفےٰ کی برکت: حضرات محترم!......

یہ سب کچھ وجود مصطفیٰ کی برکت تھی......

غرضیکہ......قافلہ نے واپس شہر مکہ چلنے کا ارادہ کیا......قافلہ آرہا ہے منظر اب بھی وہی ہے کہ سارا قافلہ دھوپ میں......صرف آمنہ کا لال......عبداللہ کا نور نظر اور حضرت عبدالمطلب کا دلبند ہے کہ اس پر دو فرشتوں نے سایہ کر رکھا ہے...... چلتے چلاتے قافلہ جب مکہ کے قریب "مرظہران" کے میدان میں پہنچا......تو آپ نے میسرہ سے فرمایا......تم آگے چلے جاؤ......اور اپنی مالکہ کو قافلہ کے خیریت اور بہت زیادہ منافع کیساتھ واپسی کی خوشخبری سناؤ۔

چنانچہ میسرہ نے حضرت خدیجہ کو قافلہ کی واپسی اور سفر کے دوران پیش آنے والے تمام واقعات کی خبر دی......اور حضرت خدیجہ نے بالا خانے سے خود بھی وہ منظر ملاحظہ کیا کہ دو فرشتے حضور اکرم پر سایہ کیئے ہوئے ہیں......

محبت رسول ﷺ گھر کر گئی:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں حضور کی محبت گھر کر گئی......اور انہوں نے آپ کے اخلاق و عادات...... حسن معاملات ...... جمال صورت ......اور کمال سیرت کو دیکھ کر آپ سے نکاح کی رغبت کا اظہار کر دیا......

اسباب نکاح:

حالانکہ اس سے پہلے حضرت خدیجہ کا ارادہ تھا کہ وہ حضرت ورقہ بن نوفل سے

نکاح کریں گی، لیکن ایک تو تجارت کے دوران سفر پیش آنے والے واقعات نے حضور اکرم کی طرف متوجہ کیا......

اور دوسرا سبب یہ بنا کہ آپ نے خواب دیکھا کہ آسمان پر سورج چمک رہا ہے...... اور اچانک حضرت خدیجہ کے گھر اتر آیا ہے...... آپ نے صبح کو اس خواب کی تعبیر پوچھی تو معبّر نے بتایا کہ اسکی تعبیر یہ ہے کہ آپ تمام نبیوں کے سردار، نبی آخرالزماں سے نکاح کریں گی اور وہ آپ کے گھر تشریف لائیں گے۔

حضرت خدیجہ کا پیغام نکاح:

چنانچہ آپ نے نکاح کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے...... اپنی انتہائی قریبی سہیلی نفیسہ سے کہا کہ میرا پیغام لے جاؤ اور محمد (ﷺ) سے عرض کرو کہ آپ کا مجھ سے نکاح کرنے کے متعلق کیا خیال ہے؟۔

عرض قبول ہوگئی:

حضور اکرم ﷺ نے اس پیغام کے متعلق اپنے چچا ابو طالب سے رائے لی...... تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا...... تو آپ نے حضرت خدیجہ کو پیغام بھیجا کہ تمہاری عرض قبول ہے......

حضرات محترم! یوں سمجھیے کہ یہ ہمارے آقا، سرور عالم ﷺ کی منگنی تھی...... دنیا میں لوگ بے شمار منگنیاں کرتے ہیں...... لیکن میرے نبی کی منگنی کا کیا کہنا...... سبحان اللہ!......

شادی خانہ آبادی:

سامعین محترم!...... پھر کیا ہوا؟......

حضور اکرم ﷺ کی شادی خانہ آبادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں...... آپ کے وکیل، آپ کے چچا ابو طالب بن گئے، اور حضرت خدیجہ کے وکیل ان کے چچا عمرو بن اسد ہو گئے...... روساء قریش کو بلایا گیا...... سرداران مکہ کی موجودگی میں تقریب نکاح منعقد ہوئی۔ حضور اکرم اور حضرت خدیجہ نے ایجاب وقبول کیا...... پانچ سو درہم طلائی حق مہر قرار پایا...... حضور کے چچا ابو طالب نے خطبہ پڑھا...... حضرت ورقہ بن نوفل (جو حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی تھے) نے جوابی خطبہ دیا......

حاضرین مکرم!...... میرا نبی دولہا بنا ہوا ہے۔

ذرا ایک بار کہہ دیجئے...... سبحان اللہ

میرا ذوق کہتا ہے...... کہ

اس وقت حوریں سلامی دینے آئی ہوں گی......

فرشتے مبارکباد دے رہے ہوں گے......

فطرت مسکرا رہی تھی......

قدرت انوار برسا رہی تھی......

مرحبا کی صدائیں آ رہی ہیں......

صل علی کی ندائیں آ رہی ہیں......

اللہ کا نبی...... کائنات کا والی...... حضرت خدیجہ کے سر کا تاج بن گیا ہے

ہر طرف سے آوازیں آ رہی تھیں

؎ یا شہ دو عالم شادی مسعود مبارک
یا خیر النساء گوہر مقصود مبارک

مالداروں کا طعنہ:

روایات میں آتا ہے کہ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شادی کے بعد بارگاہ نبوت میں عرض کیا...... یہ میرا سارا مال آپ کا ہوا۔ جب اس بات کی خبر مکہ کے تاجروں اور مالداروں کو ہوئی تو وہ آپ کے گھر جمع ہوئے، اور کہنے لگے...... خدیجہ!...... تمہارے ہوش تو ٹھکانے ہیں...... عقل کا علاج کراؤ...... مکے کے ایک جوان پر اپنا سارا مال لٹا بیٹھی ہو۔

حضرت خدیجہ کا جواب:

آپ نے فرمایا...... میری عقل تو درست ہے...... البتہ تمہاری عقلوں کا ماتم کرنا چاہیئے...... کہ وہ میرے شوہر ہیں...... میرے سرتاج ہیں...... میری زندگی کا عظیم سرمایہ ہیں...... جب میں نے اپنی جان ودل کا مالک انہیں بنادیا ہے، تو اپنے مال ودولت کو ان سے الگ کس طرح رکھ سکتی ہوں، یہ تو ان کی کرم نوازی ہے کہ انہوں نے یہ حقیر سا نذرانہ قبول فرما کر میرا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔

خدمت گار زوجہ: معزز سامعین! کون خدیجۃ الکبریٰ؟......

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ عظیم النظیر رفیقۂ حیات، جس نے اپنی پچیس سالہ ازدواجی زندگی کا ایک ایک لمحہ...... ایک ایک لحظہ...... اور ایک ایک ساعت ...... حضور ﷺ کے آرام وراحت...... خوشی ومسرت کیلئے وقف کر رکھا تھا، اور پوری زندگی کسی موڑ پر بھی محبوب خدا کو ناراض نہ کیا...... اور آپ کے ہر حکم کو مقدم رکھا......

حضرت عائشہ کا رشک:

کون خدیجۃ الکبریٰ؟......

جس نے اشاعتِ اسلام کے صلہ میں ملنے والی تمام مصیبتوں اور دکھوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پورے صبر وسکون اور عزم واستقلال سے برداشت کیا،

ہر کٹھن گھڑی اور مشکل وقت میں حضور کا سہارا بنی،......

خود زبان رسالت پر ان کی ان خدمات جلیلہ کا ذکر کرتا رہا تھا......

جسکا ذکر امام الانبیاء کثرت سے کرتے تھے......

جن پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رشک کیا کرتی تھیں......

جن کے بطن مبارک سے حضور کی اولاد کا سلسلہ چلا......

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں......

حضور اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سب سے زیادہ مجھے حضرت خدیجہ پر رشک آتا تھا، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا تک نہیں، آپ ان کا بہت زیادہ ذکر کرتے تھے، کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ آپ جب کوئی بکری ذبح فرماتے تو اسکا کچھ حصہ حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیج دیا کرتے، مجھے اس پر بہت غیرت آتی، میں کبھی کبھی کہہ دیتی کہ

کانہ لم یکن فی الدنیا امراۃ الاخدیجۃ فیقول انھا کانت وکانت وکان لی منھا ولد (بخاری ۱/۵۳۱)

حضور! گویا دنیا میں خدیجہ کے علاوہ کوئی عورت ہی نہیں، تو آپ فرماتے اسکی بڑی شان ہے، اسکی بڑی فضیلت ہے، اور اسی نے مجھے اولاد ملی ہے۔

یادِ خدیجہ:

ایک روایت میں ہے کہ

ایک مرتبہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہالہ بنتِ خویلد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی، تو آپ کو حضرت خدیجہ کا اجازت مانگنا یاد آ گیا، آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہو گئے، پھر فرمایا یا اللہ یہ تو ھالہ ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں مجھے اس پر رشک آ گیا...... میں نے کہا:

ماتذکر من عجوز من عجائز قریش حمراء الشدقن ھلکت فی الدھر قد ابدلک اللہ خیرا منھا. (بخاری ۱/۵۳۹)

آپ یہ کیا عرب کی بوڑھیوں میں سے ایک سرخ رنگ والی بڑھیا کا ذکر کرتے رہتے ہیں، جس کے منہ میں دانت بھی نہیں تھے، جسے انتقال کیئے بھی ایک عرصہ گذر چکا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بیوی عنایت فرمادی ہے، جو حسن و جمال میں اعلیٰ اور کم عمر ہے۔

حضرت عائشہ کے اس قول پر حضور اکرم نے فرمایا۔

ماابدلنی اللہ خیرا منھا. (طبرانی)

اللہ تعالیٰ نے ان سے بہتر مجھے کوئی بیوی عطا نہیں فرمائی......

فضائل خدیجہ:

آپ نے مزید فرمایا:

امنت بی حین کفر بی الناس صدقتنی حین کذبنی الناس واشرکتنی فی مالھا حین حرمنی الناس ورزقنی اللہ ولدھا وحرم وولدغیرھا .

اے عائشہ! سن...... خدیجہ مجھ پر اسوقت ایمان لائی جب لوگوں نے کفر اختیار کیا۔

اس نے میری اسوقت تصدیق کی جب دوسروں نے میری تکذیب کی

اس نے اسوقت مجھے اپنے مال میں شریک کیا، جب اوروں نے مجھے محروم رکھا

اسکے بطن سے اللہ نے مجھے اولاد عطا فرمائی، کسی دوسری بیوی سے میری اولاد نہیں ہوئی۔

خیر النساء:

کون خدیجۃ الکبریٰ؟......

جسے حضور اکرم نے اس امت کی بہترین خاتون قرار دیا ہے......

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا......

خیر نسآئھا مریم وخیر نسآئھا خدیجۃ

(بخاری ۱/۵۳۸، مسلم ۲/۲۸۴، مشکوٰۃ ۵۷۳)

پہلی امتوں میں مریم سب سے بہتر تھی ...... اور اس امت میں خدیجہ سب سے بہتر ہے......

محبوبہ محبوب خدا:

کون خدیجۃ الکبریٰ؟......

جن کی محبت حضور اکرم ﷺ کو عطا کی گئی......

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ایک مرتبہ میں نے حضرت خدیجہ کا ذکر اس انداز میں کیا کہ حضور ﷺ

غضبناک ہو گئے...... آپ نے فرمایا:

انی قد رزقت حبھا۔ (مسلم ۲/۲۸۴)

میں خدیجہ کا ذکر کثرت سے اس لیئے کرتا ہوں کہ مجھے اسکی محبت عطا کی گئی ہے

کون خدیجۃ الکبریٰ؟......

جن کی نشانیاں دیکھ کر رسول اکرم ﷺ اشکبار ہو جایا کرتے تھے...... جیسا کہ کتب سیرت میں ہے کہ: جنگ کے قیدیوں میں حضرت خدیجہ کے بھانجے اور حضور کی لخت جگر حضرت سیدہ زینب کے شوہر یعنی حضور ﷺ کے داماد اول جناب ابوالعاص بھی قیدی ہو کر آئے، تو ان کے فدیہ کے طور پر حضرت زینت بنت رسول نے جو مال بھیجا، اس میں حضرت خدیجہ کا وہ ہار بھی تھا جو انہوں نے اپنی لخت جگر کو رخصت کرتے وقت عطا فرمایا تھا...... جب اس ہار پر رسول اللہ ﷺ کی نظر مبارک پڑی تو......

آپ پر رقت طاری ہو گئی...... آنکھیں پرنم ہو گئیں...... آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا...... اگر تم مناسب سمجھو تو زینب کے قیدی کو رہا کر دیں...... اور اسکا مال اور یہ ہار بھی اسے واپس کر دیں......

صحابہ کرام نے عرض کیا...... یارسول اللہ!...... جو آپ کی رضا ہے...... چنانچہ حضرت زینب کے شوہر کو آزاد بھی کر دیا گیا...... اور ہار سمیت سارا مال بھی واپس کر دیا......

کون خدیجۃ الکبریٰ؟......

جنہوں نے ساری عمر بارگاہ رسالت ﷺ میں کوئی مطالبہ نہ کیا...... اگر آخری

وقت کوئی مطالبہ کیا بھی تو یہ کہ...... یارسول اللہ! جب میرے آخری لمحات ہوں تو آپ کا رخ انور میری نظروں کے سامنے ہونا چاہیئے ...... اور آپ کی زیب تن کی ہوئی چادروں کا مجھے کفن دیا جائے ...... چنانچہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی تمناؤوں کو پورا کر دیا گیا......

وفاتِ خدیجہ الکبریٰ: معزز حاضرین!......

آپ نے پچیس سال حضور اکرم ﷺ کی رفاقت میں گذارے...... بالآخر جب آپ کی عمر پینسٹھ برس ہوئی، تو طبیعت زیادہ خراب ہوگئی...... آپ نے 10 رمضان المبارک 10 نبوی، جبکہ حضور اکرم کی عمر مبارک پچاس برس تھی، اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

غسل اور کفن کے بعد آپکا جنازہ اٹھایا گیا، اور مقام حجون، جنت المعلیٰ (جو مکے کا قبرستان ہے) میں آپ کو دفنایا گیا

آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی، کیونکہ اسوقت ابھی جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جدائی کا صدمہ: حاضرین گرامی!......

حضور اکرم ﷺ نے آپ کی جدائی کے صدمہ کو بڑی شدت سے محسوس کیا...... کیونکہ آپ ایسی مونس وغمخوار اور ہمدرد بیوی تھیں کہ ہمیشہ حضور اکرم کیساتھ کفار ومشرکین کی مصیبتوں، دکھوں اور تشدد کو برداشت کرتی تھیں...... آپ جب لوگوں کے ستائے

ہوئے گھر آتے تو حضرت خدیجہ میٹھی، میٹھی اور پیار بھری باتیں کر کے حضور اکرم کے دل مبارک کو تسکین پہنچاتیں اور آرام وراحت دیتیں...... اور آپ کے تمام غموں کا مداوا کر دیتیں......

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو مزید بلند فرمائے۔

اور ہماری قوم کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو آپ کی مقدس سیرت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

================

پانچواں بیان

شہادت

حضرت

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

خطبہ

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والصلوة والسلام على سيد الانبيآء والمرسلين، وعلى اله واصحابه وامته اجمعين، اما بعد، فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم. ولا تقولو المن يقتل في سبيل الله اموات بل احيآء عند ربهم يرزقون.

صدق الله مولانا العظيم وصدق رسولنا النبي الكريم.

حمد وصلوۃ کے بعد......

معزز حاضرین، لائق صد احترام سامعین!......

جو آیہ کریمہ تلاوت کی گئی ہے، اس میں شہدآء کا ذکر کیا گیا ہے..... کہ وہ زندہ ہوتے ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق بھی پاتے ہیں۔ اس لیئے انہیں مردہ نہ کہو!...... آج جس موضوع پر گفتگو کی سعادت نصیب ہو رہی ہے وہ ہے

''شہادت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ''

آپ کی ذات پاک کو قدرت نے متعدد امتیازی اور انفرادی فضائل سے مشرف فرمایا ہے۔

حضرت علی کے فضائل:

آپ نوعمری میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

آپ نے آغوش نبوت میں تعلیم وتربیت پائی۔

آپ قبل از اسلام بھی بت پرستی کے داغ سے پاک رہے۔

آپ نے غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات نبوی میں شرکت فرمائی۔

آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی بھی ہیں۔

اور...... عشرہ مبشرہ یعنی وہ دس صحابہ جنہیں ان کی زندگی میں ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی ان میں چوتھے نمبر پر حضرت علی کا ہی نام آتا ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب دوسری پشت میں حضور مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں جاملتا ہے۔

آپ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ''ماں'' کہہ کے یاد کیا ہے۔

حضور نے پیر کے دن اعلان نبوت فرمایا تو اس سے اگلے دن حضرت علی المرتضیٰ نے بچوں میں سب سے پہلے اس پر لبیک کہہ کر اسلام قبول کیا۔

جنگ تبوک میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت علی کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔

حضرت علی کی نگاہ عقابی...... ذہن آفاقی...... سوچ کائناتی اور کردار ملکوتی تھا۔

آپ انتہائی حلیم الطبع...... منکسر المزاج...... متواضع...... حق گو...... سراپا زہد و تقویٰ...... مجسمۂ ورع و استغناء تھے۔

آپ کا کلام حکمت و دانائی کا صحیفہ اور ادب و انشاء کا گنجینہ ہوتا تھا۔

حضرت علی شجاعت و بہادری...... ہمت و جوانمردی کا حوالہ اور شاعری و خطابت...... قضا و ادب اور صبر و شکر کا اعلیٰ نمونہ تھے۔

تمام سلاسلِ طریقت کے اولیاء......اقطاب............اوتاد......ابدال......افراد......اور غواث آپ کے فیض ولایت اور روحانی تربیت سے حصہ پاتے ہیں۔

ہم محبت والے ہیں: حضرات گرامی!......یادرکھیں!......

ہم اہلسنت و جماعت مسلک حق اور جادۂ مستقیم پر فائز ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا صدقہ

ہم نفرت و تنقید والے نہیں...... محبت و تائید والے ہیں۔

ہمارے پاس انکار کا سودہ نہیں......اقرار کی لازوال دولت ہے۔

ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام کو مانتے ہیں۔

شریعت نے جس کو...... جو مقام ......جو شان ......جو عظمت ...... جو فضیلت ......جو اعزاز اور جو کمال عطا فرمایا ہے۔ہم انہیں ماننا اپنا ایمان، بلکہ ایمان کی پہچان سمجھتے ہیں۔

ہم، اگر......شان صدیق اکبر......شان فاروق اعظم اور شان ذوالنورین بیان کرتے ہیں۔تو شان اہل بیت، شان سیدہ فاطمۃ الزہراء......شان حسنین کریمین اور شان مولائے کائنات کے ڈنکے بھی ہم ہی بجاتے ہیں۔

بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ اس سلسلے میں دیگر فرقے افراط و تفریط ......تنقیص و توہین اور غلو و تقصیر کا شکار ہیں۔

جبکہ الحمدللہ ہم امت وسط ہیں......معتدل لوگ ہیں منصف مزاج ہیں...... ہمارے ہاتھ میں انصاف و اعتدال کا دامن ہے......ہم جسے جو مقام دیتے ہیں اپنی طرف سے نہیں دیتے بلکہ شریعت کا بتایا ہوا مقام دیتے ہیں۔

ارے!...... بھلا ہم کون ہیں؟...... کسی کو کوئی مقام دینے والے؟...... ہمارے پاس اتنا اختیار ہی نہیں، ...... یہ کام خدا کا ہے...... یہ مرتبہ مصطفےٰ کا ہے، وہ جسے چاہیں...... جب چاہیں...... جیسے چاہیں...... جو چاہیں...... جتنا اونچا چاہیں...... مقام عطا فرمادیں......

ہم کون ہیں اس پر اعتراض کرنے والے، ہمارا کام ہے ماننا...... ہمارا منصب ہے اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہنا...... اسی میں ہماری عظمت ہے...... اسی میں ہماری شان وشوکت ہے......

ہم کسی کی شان دیکھ کر جلتے نہیں ...... یہ جلنا کسی اور کا مقدر ہے...... محبت والے ذوق والے...... عقیدت والے...... معرفت والے اور مودّت والے کسی کی شان کو دیکھ کر جلتے نہیں، بلکہ خوش ہوتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے، کہ اس نے ہمیں وہ عقیدہ...... وہ نظریہ...... وہ مسلک اور وہ مذہب عطا فرمایا ہے...... کہ جس میں ادب ہی ادب ہے...... ہم اگر صحابہ کی عظمت کو دیکھتے ہیں تو ہماری روحوں کو تازگی ملتی ہے، اور اگر اہلبیت کی شان کو سنتے ہیں تو ہمارے دلوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔

حضرات گرامی، توجہ فرمائیں!......

میں آپ حضرات کے سامنے ذکر علی کرنا چاہتا ہوں...... ذہن حاضر رکھیں...... ہمہ تن گوش ہو کر سنیئے!......

القاباتِ علوی:

ذرا توجہ چاہوں گا!......

کون علی المرتضیٰ!...... سنئے حضرات!

علی ساقی شیر و شربت بھی ہے...... اور...... حامیٔ دین و سنت بھی

علی باب فضلِ ولایت بھی ہے...... اور...... چارمی رکنِ ملت بھی

علی اصلِ نسلِ صفا بھی ہے...... اور ...... وجہُ وصلِ خدا بھی

علی دافعِ نصب وخروج بھی ہے...... اور...... ماحیِ رفض و تفضیل بھی

علی شیرِ شمشیر زن بھی ہے...... اور ...... شاہِ خیبر شکن بھی

علی امام الاولیاء بھی ہے...... اور ...... سرتاج الاتقیاء بھی

علی سید المتقین بھی ہے...... اور ...... اشجع الاشجعین بھی

علی رازِ دارِ ھل اتیٰ بھی ہے...... اور...... مرادِ قل کفیٰ بھی

علی پروردہٗ آغوشِ نبوت بھی ہے...... اور...... نور دیدۂ نگاہ رسالت بھی ہے

علی حیدر کرار بھی ہے...... اور...... لافرار بھی

علی صاحب ذوالفقار بھی ہے...... اور...... قوت پروردگار بھی

علی علم کا سمندر بھی ہے...... اور ...... شجاعت کا غضنفر بھی

علی قرآن کا مظہر بھی ہے...... اور ...... اسلام کا دیور بھی

علی پنجۂ پنجتن بھی ہے...... اور...... محبوب ذوالمنن بھی

علی کاسر الاصنام بھی ہے...... اور ...... ناصر الاسلام بھی

کون علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ؟

جو:......

ابوتراب بھی ہے......اور......عالی جناب بھی

اخی رسول بھی ہے......اور......زوج بتول بھی

والد حسنین بھی ہے......اور......فضل کریمین بھی

اور ذوق میں آ کر یوں کہہ لو!......کہ

کون علی؟

جو............

شیر خدا بھی ہے......اور......باب علم مصطفےٰ بھی

اور......جو......

امت کا استاد بھی ہے......اور......نبوت کا داماد بھی۔

کون علی؟......جو

حق کا شیر جلی ہے
گلزار معرفت کی شگفتہ کلی ہے
معنٰی شناس راز خفی و جلی ہے۔
جسکی عظمت پہ گواہ مدینے کی ہر اک گلی ہے۔
چمن، چمن............کلی کلی................
نگر نگر............گلی گلی................
علی، علی............علی، علی................

کونسی شان بیان کروں؟ معزز سامعین!......

قدرت نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بے شمار عظمتوں...... رفعتوں اور شانوں سے نواز رکھا ہے......اور میں آج کے اس مختصر سے وقت میں سوچ رہا ہوں کہ شان علی المرتضیٰ کے چمن کا کونسا پھول توڑوں اور کونسا چھوڑوں؟...... کس شان کو بیان کروں......اور کونسی تشنہ رہنے دوں......

میں سوچ رہا ہوں کہ میں آپ کی

ولادت کی بات کروں......یا......طفولیت کی

بچپن کی بات کروں......یا...... لڑکپن کی

جوانی کی بات کروں......یا...... بڑھاپے کی

حسن کی بات کروں......یا............جمال کی

خد کی بات کروں......یا............خال کی

جود کی بات کروں......یا............نوال کی

حضرات!......میں ان کے

عشق رسالت کی بات کروں یا............محبت نبوت کی

عبادت کی بات کروں یا............ ریاضت کی

محنت کی بات کروں یا............ مشقت کی

خلافت کی بات کروں یا............ امامت کی

شجاعت کی بات کروں یا............ بسالت کی

ہمت کی بات کروں	یا............	جرأت کی
عظمت کی بات کروں	یا............	شوکت کی
سخاوت کی بات کروں	یا............	لطافت کی
شرافت کی بات کروں	یا............	طہارت کی
تلاوت کی بات کروں	یا............	کرامت کی
طاقت کی بات کروں	یا............	رفعت کی
بصیرت کی بات کروں	یا............	بصارت کی

میرا جی تو چاہتا ہے، کہ

آج میں

ان کی ہر ہر خصلت کی بات کروں

ہر ہر عادت کی بات کروں......

لیکن مجھے حکم ملا ہے کہ میں اس محفل میں ان کی شہادت کی بات کروں۔

اس لیے تفصیلی گفتگو سے معذرت کرتے ہوئے۔ چند اشارے دے کر آپ کی شہادت، وفات اور وصال کی بات کروں گا۔

خدا اور رسول کے محبوب: توجہ کیجئے حضرات!......

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وہ شخصیت، وہ ذات اور وہ باکمال ہستی ہیں۔ جنہیں زبان رسالت نے فرمایا ہے کہ وہ خدا اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے ہیں، سماعت فرمائیں...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یحبه الله ورسوله. (بخاری ۱/۵۲۵)

یعنی علی وہ جلیل القدر فرد ہے جس کیساتھ اللہ بھی محبت کرتا ہے اور اللہ کا رسول بھی۔ وہ خدا اور رسول دونوں کا محبوب ہے۔

خدا اور رسول کے محب: حضرات گرامی!.......

حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ جس طرح خدا اور رسول کے محبوب ہیں اس طرح آپ اللہ اور رسول کے محب بھی ہیں۔

گویا خدا اور رسول سے آپ کو دوہری محبت حاصل ہے، محبوب ہونے کے اعتبار سے بھی اور محب ہونے کے لحاظ سے بھی۔ سنیے!.. ...زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کلمات ہیں:.......

یحب الله ورسوله ۔(بخاری ۱/ ۵۲۵)

حضرت علی کا دل اللہ اور اسکے رسول کی محبت سے لبریز ہے۔ اس کے سینے میں خدا اور رسول کی محبت موجیں مار رہی ہے۔

بارگاہ رسالت سے انتہائی قرب:

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے اپنے انتہائی قرب اور پیار کو یوں بھی بیان فرمایا ہے.......

هذا علی ابن ابی طالب لحمهٗ لحمی ودمه دمی.

(مجمع الزوائد ۹/ ۱۱۱)

یہ علی جو ابوطالب کا بیٹا ہے، اسکا گوشت میرا گوشت اور اسکا خون میرا خون ہے

معزز حضرات!......اھل عرب اس قسم کے جملے کسی کیساتھ اپنے قریبی تعلق کو ظاہر کرنے کیلئے بولتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عرب کے محاورہ کے مطابق یہ جملے استعمال فرما کر اس حقیقت کو ظاہر کر دیا کہ

میں علی کے قریب ہوں..........علی میرے قریب ہے

جو خاندان میرا.......... وہی خاندان علی کا

جو نسب میرا.......... وہی نسب علی کا

جو دادا میرا.......... وہی دادا علی کا

جو گھرانہ میرا.......... وہی گھرانہ علی کا

جو قبیلہ میرا.......... وہی قبیلہ علی کا

جو گھر میرا.......... وہی گھر علی کا

جو شہر میرا.......... وہی شہر علی کا

جو علاقہ میرا.......... وہی علاقہ علی کا

جو وطن میرا.......... وہی وطن علی کا

میں بھی قریشی.......... علی بھی قریشی

میں بھی ہاشمی.......... علی بھی ہاشمی

میں بھی مطلبی.......... علی بھی مطلبی

میرا علی کیساتھ......اور علی کا میرے ساتھ، خونی رشتہ ہے۔

ہم دونوں ایک ہی دادا کا خون وخمیر ہیں۔

علی کو میری بارگاہ میں انتہائی قرب حاصل ہے

اس لیے کان کھول کر سن لو!......کہ

من احب علیا فقد احبنی و من احبنی فقد احب اللہ

جس نے علی سے محبت کی......اس نے مجھ سے محبت کی

اور جس نے مجھ سے محبت کی......اس نے اللہ سے محبت کی۔

اور مزید سنو!......

من ابغض علیا فقد ابغضنی و من ابغضنی فقد ابغض اللہ.

(الصواعق المحرقہ ۱۲۳)

جس نے علی سے نفرت رکھی......اس نے مجھ سے نفرت رکھی

اور جس نے مجھ سے بغض رکھا......اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

جس کا میں مولیٰ اسکا علی مولیٰ:

ایک اور مقام پر زبان رسالت مآب یوں گویا ہوتی ہے۔

من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔(ترمذی)

جس کا میں مولیٰ اسکا علی مولیٰ

حاضرین وسامعین!......

مولیٰ کے کئی معانی ہیں۔مثال کے طور پر

ناصر، معاون، مددگار، دوست، پیارا، مشکل کشا، قریبی

اس حدیث پاک میں لفظ مولا دوست اور محبوب کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ

جس کا میں مولا .... اس کا علی مولا

جس کا میں پیارا.............. اس کا علی پیارا

جس کا میں قریبی............ اس کا علی قریبی

جس کا میں محبوب...............اس کا علی محبوب

جس کا میں مطلوب...............اس کا علی مطلوب

جس کا میں دوست.................اس کا علی دوست

جو مجھ سے محبت کرتا ہے.....وہ علی سے محبت کرتا ہے۔

اور

جو مجھے چاہتا ہے.............. وہ علی کو چاہتا ہے

جو مجھے پسند کرتا ہے......... وہ علی کو پسند کرتا ہے......

کیونکہ

جس کے دل میں میری عقیدت اور الفت ہے

اس کے دل میں علی کی عقیدت اور الفت ہے

یہ نہیں ہوسکتا کہ

مجھ سے محبت کرنے والا علی سے نفرت کرے

اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ

علی سے محبت کرنے والا مجھ سے نفرت کرے

اس لیے......

جس دل میں میری سچی محبت ہوگی

اس دل میں علی کی محبت بھی ضرور ہوگی

معلوم ہوا کہ..... میرے نبی کو حضرت علی سے اتنی محبت ہے کہ اپنی ذات سے محبت کرنے والوں کو حضرت علی سے محبت کی ترغیب دے رہے ہیں۔

امتحانِ محبت:

محترم سامعین!......

روز روشن کی طرح نمایاں ہوگیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خدا اور رسول کیساتھ اور اللہ ورسول کو حضرت علی کیساتھ محبت ہے۔

اور دنیائے محبت کا یہ اصول ہے کہ صاحبان محبت آزمائشوں اور ابتلاوں کے دشوار گزار راستوں سے گذرتے ہیں...... انہیں امتحان کے کٹھن راستوں کو عبور کرنا ہوتا ہے......

کیونکہ یہ اصول محبت بھی اور قانون قدرت بھی

قرآن وحدیث نے جگہ جگہ اس ضابطہ کو بیان فرمایا ہے

اللہ تعالیٰ جسے اپنا بناتا ہے...... اسے آزماتا ہے...... پھر اسے درجات...... انعامات...... اور کمالات سے سرفراز فرماتا ہے۔

چنانچہ اسی قاعدۂ محبت کے تحت حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ سے بھی امتحانِ محبت لیا گیا۔

جس کے نتیجہ میں آپ کامیابی کی منزلیں طے کرتے ہوئے مقام شہادت سے سرخرو ہوئے۔

جسکا ظاہری سبب خارجیوں کی سازش بنی۔

خارجیوں کی شقاوت:

محترم حضرات! دنیا میں خارجی فرقہ ایک ایسا فرقہ ہے کہ جسے

شر الخلق والخلیقة . (بخاری)

کہہ کر شریر ترین فرقہ قرار دیا گیا ہے...... اس فرقہ نے دورِ رسالت مآب علی صاحبھا الصلوات والتسلیمات میں ہی اپنی شقاوتوں بھری داستان رقم کرنا شروع کر دی تھی اور خیر القرون کو اپنی شرارتوں کی لپیٹ میں لے لیا۔

خارجیوں کی یورشیں:

خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ماہ ذوالحجہ ۳۵ھ کو جب حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو اس وقت امت مسلمہ میں فتنوں اور یورشوں نے جنم لے رکھا تھا۔ ان کے اثرات اس قدر مضبوط تھے کہ آپ کا دور خلافت جنگوں، شورشوں اور فتنوں میں گزرا۔ اس سلسلہ میں گو کئی عناصر آپ کے مخالف تھے، لیکن ان سب میں خارجی فرقہ خاص طور پر آپ کا دشمن تھا اور کسی قیمت آپ کی خلافت کو برداشت کرنے پر تیار نہ تھا...... آئے دن نت نئے منصوبے خارجیوں کو سوجھتے رہتے۔ نت نئی سازشیں تیار کرتے تا کہ آپ کی راہوں میں روڑے اٹکائے جائیں۔

ان کی انہیں عداوتوں اور شرارتوں کے نتیجہ میں شعبان ۳۸ھ میں جنگ نہروان واقع ہوئی اور خارجیوں کے بے شمار لوگ مارے گئے...... اس جنگ کے بعد بجائے اس کے کہ خارجی راہ راست کی طرف لوٹ آتے یا اپنے کردار پر نظر ثانی

کرتے......ان کے سینوں میں عناد کی آتش ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بھڑک اٹھی......ان کے خون میں انتقام کا جوش آ گیا اور جذبہ انتقام سے مغلوب ہو کر موقع تاڑنے لگے۔ تاکہ آپ کا کام تمام کر کے اپنے سینوں کو ٹھنڈک پہنچا سکیں۔ معاذ اللہ

شہادت کی پیش گوئی: حضرات گرامی!......

رسول اکرم، مخبر صادق، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولائے کائنات کی شہادت کی خبر پہلے ہی ارشاد فرما دی تھی۔

جس پر متعدد روایات موجود ہیں......

پہلی روایت:

جن میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کے شر وفساد کی وجہ سے مدینہ منورہ سے چلے جانے کا ارادہ ظاہر کیا، تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟......
آپ نے فرمایا عراق کا ارادہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا خدشہ ہے کہ وہاں آپ پر تلوار سے وار کیا جائیگا۔ لہذا آپ وہاں نہ جائیں، کیونکہ ہمیں اس بات کی اطلاع دی گئی ہے۔

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:......

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے یہ بات معلوم ہے کہ مجھ پر قاتلانہ حملہ ہوگا۔ (مسند حمیدی جلد اول ص ۳۰ تحت احادیث علی بن ابی طالب، الاصابہ مع الاستیعاب جلد ۴ چار صفحہ ۱۵۵ تحت ابی فزالہ الانصاری)

معلوم ہوا کہ حضرت مولائے کائنات کو اپنی شہادت کا علم تھا۔

دوسری روایت:

اسی طرح ایک اور روایت جس کی سند کو امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے صحیح قرار دیا ہے......(تاریخ الخلفاء ۱۷۳)

روایت کرنے والے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں، اور لکھنے والے امام احمد اور امام حاکم ہیں۔ روایت کے لفظ سماعت فرمائیں!

دو بڑے بدبخت:

أن النبی علیه الصلوة والسلام قال لعلی.

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا

أشقی الناس رجلان

تمام انسانوں میں دو آدمی سب سے زیادہ، بد بخت...... شقی الفطرت...... سنگدل...... بدنصیب اور بدمعاش ہیں۔

ان میں پہلا شخص............

احمیر ثمود الذی عقر الناقة

قوم ثمود کا احمیر ہے...... جس بدخصلت نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو زخمی کیا۔

اور دوسرا اشقی وہ ہے

الذی یضربک یا علی علی هذه یعنی قرنه حتی تبتل منه هذه (تاریخ الخلفاء ۱۷۳)

جو تیرے سر کی چوٹی پر ضرب لگائے گا اے علی!..... حتی کہ وہاں سے خون بہہ نکلے گا۔

محترم سامعین!...... اس روایت میں دوٹوک، واضح لفظوں میں حضرت مولائے کائنات علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کے سامنے فرمادیا گیا ہے کہ اے علی! تجھ پر قاتلانہ حملہ ہوگا...... تیرا خون بہا دیا جائے گا...... اور تو مقام شہادت سے سرفراز ہوگا۔

مزید روایات: ذی وقار حضرات!......

اس روایت کو نقل کر کے امام سیوطی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں

وقدورد ذلک من حدیث علی وصھیب، وجابر بن سمرہ وغیرھم

یعنی حضرت علی پاک رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر اور پیش گوئی خود حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی دیگر روایات میں بھی موجود ہے۔

علم غیب مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم: سامعین محتشم!......

ان روایات سے معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم تھا کہ میرا علی جام شہادت نوش کرے گا اور اسے شہید کر دیا جائے گا۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی کے بعد رونما ہوا تھا۔

اب ان حضرات کے لئے دعوت فکر ہے جو کہتے ہیں کہ...... نبی ﷺ کو کل کا علم نہیں...... نبی ﷺ کو دیوار کے پیچھے کی خبر نہیں۔

ایسے بے خبروں کو اپنے نظریات سے توبہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ میرے آقا کل تو

رہا ایک طرف اپنے وصال سے تقریباً انتیس سال بعد ہونے والے واقعہ کی خبر دے رہے ہیں اگر آپ کو علم نہیں تو یہ خبر کیسی؟...... اور اگر علم ہے اور یقیناً ہے پھر تو مان جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور کرم سے امام الانبیاء کو علم غیب کی وسعتوں سے نوازا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ جانتے ہیں کہ کل کیا ہوگا اور میرے غلاموں کی وفات کس حال میں ہوگی...... کون طبعی وصال سے رخصت ہوگا اور کن خوش نصیبوں کو بارگاہ رب العزت سے شہادت کا عظیم مقام نصیب ہوگا۔ والحمدللہ علی ذلک

خارجیوں کا منصوبہ: محترم سامعین!

تھوڑی توجہ چاہوں گا !...... بعض بدنہاد، بدسرشت اور فتنہ پرور لوگوں کی کارستانیوں کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو معمولی اختلاف پیدا ہو گیا تھا، اس اختلاف کو دور کرنے کیلئے، حضرت علی کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ثالث مقرر ہوئے تو خارجیوں نے دونوں حضرات پر فتوائے کفر جاری کیا اور کہا کہ بندوں کو حکم، منصف اور ثالث مقرر کر کے

کفر علی و معاویة ......

علی اور معاویہ دونوں کافر ہو گئے۔ استغفراللہ

صحابہ کرام نے خارجیوں کی ہر طرح فہمائش کی...... لیکن چونکہ ان لوگوں کا مقصد فتنہ پروری اور شرانگیزی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس لیے وہ اپنی ہرزہ سرائیوں سے باز نہ آئے...... اور مسلسل منصوبہ سازی کرتے رہے۔

نوبت بایں جارسید: تو نتیجہ یہ نکلا......

کہ جنگ نہروان کے بعد خارجیوں کے تین شخص عبدالرحمان بن ملجم مرادی، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکیر تمیمی نے مکہ مکرمہ میں ایک خفیہ میٹنگ کی۔ جس میں حضرت علی المرتضیٰ، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم تینوں جلیل القدر صحابہ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا اور یہ طے پایا کہ تینوں حضرات پر بیک وقت ہی حملہ کیا جائے۔

کیونکہ جب تک یہ تینوں زندہ ہیں امن قائم نہیں ہوسکتا، لہٰذا انہیں قتل کر کے اپنے لوگوں کو ان سے راحت دی جائے اور چونکہ انہوں نے جنگ میں ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے۔ اس لیے بھی ان کا خاتمہ ضروری ہے۔

چنانچہ تینوں خارجیوں نے ذمہ داری قبول کی۔

فقال ابن ملجم انا لکم بعلی

ابن ملجم بولا:......علی کے قتل کا ذمہ میں لیتا ہوں۔

قال البرک انالکم بمعاویة.

برک بولا کہ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ معاویہ کو میں ختم کر دوں گا۔

وقال عمرو بن بکیر ان اکفیکم عمرو بن العاص.

عمرو بن بکیر نے کہا کہ عمرو بن عاص کیلئے میں تمہیں کافی ہوں۔

وتعاهدوا علی ان ذلک یکون فی لیلة واحدة لیلة حادی عشرا ولیلة سابع عشر رمضان. (تاریخ الخلفاء ۱۷۵)

اور انہوں نے معاہدہ کیا کہ اس مہم کیلئے ایک ہی رات مخصوص ہو گی گیارہ رمضان یا سترہ رمضان۔

ثم توجه کل منهم الی المصر الذی فیه صاحبه

پھر ان میں سے ہر ایک ایسے شہر پہنچ گیا، جہاں اس کی متعلقہ شخصیت تھی۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رہے کہ ان کے منصوبے میں یہ بات بھی شامل تھی کہ ان تینوں پر حملہ صبح کی نماز کے وقت کیا جائے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ کو شہادت کی اطلاع:

حاضرین گرامی!......

خارجیوں کے اس گھناؤنے منصوبے اور مکروہ سازش کی اطلاع حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کو پہلے بھی ہو چکی تھی۔ لیکن آپ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر یقین اور اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے...... اللہ رب العالمین کے فیصلے اور اس کی قدرت پر توکل اور بھروسہ فرمایا، اور کوئی ظاہری اقدام نہ کیا......

قبیلہ مراد کے کچھ نامراد لوگ:

طبقات ابن سعد جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۲۲ **تحت علی بن ابی طالب، تحت عبد الرحمان بن ملجم المرادی، وبیعة علی ورده ایاه** پر ہے کہ ابومجلز بیان کرتے ہیں:

جآء رجل من مراد الی علی وهو یصلی فی المسجد

حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص جس کا تعلق قبیلہ مراد سے تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا

فقال احترس فان ناسامن مراد یریدون قتلک

تو اس نے کہا...... آپ اپنی حفاظت ونگرانی کا انتظام فرمائیں...... کوئی حارس، محافظ یا نگہبان مقرر فرمالیں، کیونکہ قبیلہ مراد کے (کچھ نامراد) لوگوں نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنارکھا ہے...... اس لیے آپ اپنے متعلق کوئی حفاظتی تدبیر کریں۔

فقال ان مع کل رجل ملکین یحفظانہٖ ممالم یقدر فاذاجآء القدر خلیا بینہٗ وبینہ وان الاجل جنۃ حصینۃ

اس شخص کی بات سن کر آپ نے جواب ارشاد فرمایا...... کہ

ہر شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے حفاظت کیلئے مقرر کیے ہیں۔ وہ دونوں اس کے ساتھ ہوتے ہیں اور اس کی حفاظت ونگہبانی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ جہاں انسان خود نہیں بچ سکتا، وہاں وہ فرشتے اس کا تحفظ کرتے ہیں۔

اور پھر جب تقدیر آپہنچی ہے...... موت کا وقت آجاتا ہے...... تو چونکہ اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس لیے بوقت موت وہ دونوں فرشتے بھی انسان سے جدا ہوجاتے ہیں...... اور انسان لقمۂ اجل بن جاتا ہے۔ اور بے شک اجل ایک مضبوط ڈھال ہے۔

گویا آپ یہ فرمانا چاہتے تھے کہ جب انسان کی موت کا فیصلہ ہوجاتا ہے اور جب تقدیر غالب آجاتی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت انسان کو بچانے کی ہمت نہیں کر سکتی...... اس لیے میں راضی برضا ہوں۔

اگر قبیلہ مراد کے نامرادوں نے یہ قبیح حرکت کرگزرنے کا ارادہ کرلیا ہے، تو میں خدا پر بھروسہ رکھتا ہوں...... اگر اسے منظور ہوا تو وہ مجھے ان کے ہر وار سے محفوظ فرمالے گا اور اگر میرا وقت آگیا ہے تو میں اس سے کیسے بچ سکتا ہوں۔

لہٰذا میں خود کو اسی کے سپرد کرتا ہوں اور اس کی ہر تقدیر پر خوش ہوں...... مجھے اسکا فیصلہ قبول ہے...... مجھے اس کی رضا مطلوب ہے...... کیونکہ وہی میرا معبود اور وہی مقصود ہے۔

توکل کا درس: معزز حاضرین!......

مولائے کائنات رضی اللہ عنہ ہمیں یہ سبق دینا چاہتے تھے کہ مسلمان اور صاحب ایمان وہ ہوسکتا ہے جس کا اصل توکل اور حقیقی بھروسہ خداوند وقدوس کی ذات برباکات پر ہو...... کیونکہ

اگر کسی شخص کے پاس دنیا کی دولت...... ثروت...... سطوت...... طاقت...... قوت...... لاؤ لشکر...... جرنیل وجنگجو...... اور سپاہ وفوج کی فراوانی ہی کیوں نہ ہو۔

خدام...... نوکر...... چاکر اور خدمت گذاروں کی خاصی تعداد ہی کیوں نہ ہو

اس کے پاس دنیا کی ہر نعمت...... ہر دولت اور ہر سہولت ہی کیوں نہ ہو۔

زمانے پر اسکا فرمان...... حکم اور فیصلہ نافذ ہی کیوں نہ ہو۔

بظاہر اسے ہر قسم کی ضروریات سے ہی کیوں نہ نوازا گیا ہو۔

لیکن اسکا بھروسہ، خنجر...... تیر...... تلوار...... نیزے اور بھالے پر نہیں ہونا چاہیے...... بلکہ اپنے پالنے والے پر ہونا چاہیے۔

کیونکہ اسکی تقدیر کے آگے انسان کی کوئی تدبیر کام نہیں آتی اور اس کی قدرت کے سامنے انسان کی ہر کاوش رائیگاں جاتی ہے۔

یہی قرآن کا درس ہے...... یہی حدیث کا سبق ہے اور یہی صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کا پیغام ہے..... حضرت مولائے کائنات بھی یہی درس دے رہے ہیں

خارجیوں کا قاتلانہ حملہ: بہر حال! میں عرض کر رہا تھا کہ

خارجیوں کے صحابہ کرام پر قاتلانہ حملہ کرنے کی تاریخ جب قریب آ پہنچی..... تو ان میں سے ہر کوئی اپنے اپنے متعینہ مقام پر چل نکلا۔ تا کہ اپنے ناپاک منصوبے کو پورا کر سکے۔

عمرو بن بکیر، مصر پہنچا..... کیونکہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر میں تشریف فرماتے۔

بُرک بن عبداللہ، ملک شام یعنی دمشق گیا..... کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مسکن دمشق تھا۔

اور عبدالرحمٰن بن ملجم، کوفہ چل دیا..... کیونکہ اس نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنا تھا اور آپ کوفہ سکونت پذیر تھے۔

حضرت معاویہ پر حملہ: چنانچہ

بُرک بن عبداللہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں بیٹھ گیا۔ آپ جب نماز فجر کیلئے باہر تشریف لائے تو اس ظالم نے اپنی تلوار کیساتھ شدت کا وار کیا۔ حضرت معاویہ تیزی سے آگے بڑھ گئے تو وہ وار آپ کی سرین پر پڑا۔ اسی طرح حضرت معاویہ کی جان تو بچ گئی، لیکن شدید زخمی ہوئے۔ لوگوں نے برک کو پکڑ لیا..... اس نے تمام ماجرا بتا دیا اور دوسرے خارجیوں کا سارا پروگرام بھی سنا دیا۔ چنانچہ اس بدبخت کو اس کے شر اور فساد سے بچنے اور دوسرے مسلمانوں کو بچانے کیلئے قتل کر دیا گیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ علاج معالجہ کے بعد صحت یاب ہو گئے۔

(مجمع الزوائد ۹/ ۱۴۶، البدایہ والنہایہ ۷/ ۳۲۹)

حضرت عمرو بن عاص پر حملہ: عمرو بن بکیر شقی

صبح کی نماز کے وقت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پر حملے کرنے کیلئے تیار تھا۔ وہ اس غرض سے مسجد میں آیا اور حضرت عمرو پر حملہ کرنے کی بجائے نماز فجر پڑھانے والے امام پر حملہ کر دیا۔

ہوا یوں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اتفاقاً (قدرتی) طور پر اس دن بیمار ہو گئے۔ آپ بیماری کی وجہ سے مسجد میں جانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے آپ نے خارجہ بن حبیبہ کو نماز پڑھانے کیلئے متعین فرمایا، جب اس خارجی نے بے خبری میں حملہ کیا تو اسکا وار حضرت خارجہ بن حبیبہ پر پڑا۔ جس کے نتیجہ میں وہ جام شہادت نوش فرما گئے اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو قدرت نے اس بدنصیب کے حملے سے محفوظ فرما لیا۔ کیونکہ امت نے ابھی آپ کے فیوض و برکات سے مزید مالا مال ہونا تھا۔ اور جب عمرو بن بکیر خارجی کو پکڑ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپنے ارشاد فرمایا:

اردتنی واللہ اراد خارجه .

(مجمع الزوائد ا/ ۱۴۶، البدایہ والنہایہ ۷/ ۳۲۹)

تو نے میرے قتل کا ارادہ کیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے خارجہ کی وفات کا ارادہ فرمایا ہے۔ تو جو تو نے چاہا وہ نہ ہوا...... کیونکہ وہی ہوتا ہے، جو خدا چاہتا ہے۔

مدعی لاکھ برا چاہے کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

اس سنگدل کو بھی قتل کر دیا گیا تا کہ فساد کا مرکز ختم ہو جائے۔

ابن ملجم کی بدبختی: سامعین حضرات!.....

عبدالرحمان ابن ملجم مرادی کے متعلق ایک روایت تو اوپر گذر چکی ہے کہ اس نے باقی خارجیوں کیساتھ مل کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی حامی بھری ......جبکہ روایات میں یہ بات بھی موجود ہے کہ

کان عبدالرحمن بن ملجم المرادی عشق امراۃ من الخوارج یقال لھا قطام

عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی خوارج کی قطام نامی عورت سے عشق کرتا تھا۔

فنکحھا واصدقھا ثلاثۃ آلاف درھم وقتل علی

تو ابن ملجم نے اس عورت سے نکاح کیا اور تین ہزار درہم اور حضرت علی کے قتل کو مہر مقرر کیا۔(فی المستدرک عن السدی تاریخ الخلفاء ۱۷۶)

پس اس لئیم نے اس وعدہ کو پورا کرتے ہوئے حضرت علی پر وار کیا۔

رسول اللہ ﷺ حضرت علی کے خواب میں: حضرات گرامی!

سترہ رمضان کو سحری کے وقت حضرت مولائے کائنات نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:...... بیٹا!......

رایت اللیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

میں نے رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔

فقلت یا رسول اللہ مالقیت من امتک من الاودو اللدد؟

میں نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا، یارسول اللہ! آپ کی امت کی طرف سے مجھے نزاع اور کج روی ملی ہے۔

فقال لی ادع الله علیهم.

آپ نے مجھے فرمایا خدا تعالیٰ سے ان کی ہلاکت کی دعا کرو۔

فقلت اللهم ابدلنی بهم خیر الی منهم و ابدلهم بی شر الهم منی

تو میں نے یوں دعا کی...... اے اللہ! مجھے ان کے بدلے میں ایسے لوگ عطا فرما جو میرے لیے ان سے بہتر ہوں، اور انہیں میرے بدلے میں ایسے لوگ دے دے جو ان پر مجھ سے زیادہ سخت ہوں۔

حاضرین کرام!......

دعوت فکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہادت سے کچھ دیر قبل تشریف لانا، اور اچھے لوگوں میں چلے جانے کی دعا تلقین فرمانا، اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو حضرت علی کی شہادت کے وقت کا علم ہو گیا تھا، اور آپ انہیں اپنے پاس آنے کی دعوت دینے آئے تھے۔

جام شہادت نوش فرمالیا:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابھی یہی باتیں کر رہے تھے کہ ابن نباح موذن آپ کی خدمت میں آ کر عرض کرتا ہے۔

الصلوة ...... حضور! ...... نماز کا وقت قریب ہے۔

فخرج علی من الباب ینادی ایها الناس الصلوٰة، الصلوٰة

تو آپ اس کی آواز سنتے ہی دروازے سے نکلے اور آپ اپنی عادت شریفہ کے مطابق گھر سے مسجد آنے تک راستے میں آواز دیتے رہے۔ لوگو! آؤ نماز کی طرف...... لوگو! آؤ نماز کی طرف......

آپ یہ صدا لگاتے جاتے ہیں اور مسجد کی جانب قدم اٹھاتے جاتے ہیں۔ ادھر شقی ازلی، ابن ملجم مرادی، نامرادی مول لیتے ہوئے اندھیرے میں چھپا بیٹھا، اس انتظار بد میں تھا کہ آپ کب تشریف لائیں اور میں اپنا ملعون ارادہ پورا کروں

فاعترضہ ابن ملجم فضربہ بالسیف، فاصاب جبھتہ الی قرنہ ووصل الی دماغہ.

وہ ظالم آپ کے سامنے سے آیا اور آپ کی بے توجہی میں آگے بڑھ کر آپ پر تلوار کا وار کردیا۔ چونکہ اس بے مراد نے پوری شدت سے وار کیا تھا، اس وار میں آپ کی پیشانی سے چوٹی تک کا حصہ شدید زخمی ہوا، خون بہنے لگا، حتی کہ آپ کی ریش مبارک خون سے تربتر ہوگئی۔

فشد علیہ الناس من کل جانب فامسک واوثق (تاریخ الخلفاء، ۱۷۵)

یہ دیکھ کر لوگ ابن ملجم پر ٹوٹ پڑے۔ لوگوں نے اس خبیث کو پکڑا اور جکڑ کر باندھ لیا۔

حملہ کب ہوا؟

معزز سامعین!......

رہ گئی یہ بات کہ حملہ کب ہوا تھا مسجد میں نماز سے قبل یا نماز کے دوران۔ گو اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں۔ زیادہ تر کتب تو اس نکتہ سے ویسے ہی خاموش ہیں، حملہ کے مقام اور وار کی جگہ کا تعین ان میں نہیں ہے۔ لیکن حافظ ابن عبدالبر نے لکھا

ہے کہ:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ حملہ نماز سے پہلے ہوا یا دوران نماز، صحیح یہ ہے کہ حملہ دوران نماز ہوا۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد دوم صفحہ ۴۷۰)

آخری لمحات: حاضرین کرام!......

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بقیہ نماز کیلئے حضرت جعدہ بن ہیرہ کو حکم فرمایا کہ وہ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ آپ کے حکم سے وہ آپ کے مصلے پر آ گئے اور حضرت علی کو اٹھا کر آپ کے آستانہ عالیہ پر لایا گیا۔

حضرت مولائے کائنات کی چند وصیتیں!

اس دوران آپ نے بہت سی وصیتیں فرمائیں۔ ان وصایا میں آپ نے اپنے صاحبزادوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کو کتاب وسنت پر قائم رہنے اور تقویٰ وپرہیزگاری پر گامزن رہنے کی تلقین فرمائی۔

مزید فرمایا کہ اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے ساتھ معاملہ بہتر رکھنا۔

مزید فرمایا...... بیٹو! تمہارا مقصود دنیا نہیں آخرت ہے، نماز قائم رکھو۔ حقداروں میں زکوٰۃ تقسیم کرو، شبہ والے معاملات میں خاموشی اختیار کرو۔

غصہ کی حالت میں عدل اور میانہ روی سے کام لو، ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک مہمان کی عزت، مصیبت زدہ پر رحمت، رشتہ داروں سے صلہ رحمی، مسکینوں سے محبت اور ان کی ہم نشینی اختیار کرو، عجز وانکساری سے کام لو، کیونکہ یہ افضل عبادت ہے۔ موت کو یاد رکھو، دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ، کیوں تم موت کے مرہون ہو مصائب تمہیں درپیش

ہیں اور بیماری تم سے دور نہیں

ہر حالت میں خدا سے ڈرو، قول و فعل میں شریعت کی مخالفت سے باز رہو، آخرت کے معاملہ میں پہل اور دنیا کے کام میں جلدی نہ کرو، تہمت کی جگہ سے بچو، ظلم سے بچو، عام گذرگاہوں میں نہ بیٹھو، بے وقوفوں سے جھگڑا نہ کرو۔

میرے بیٹے! میرے اور تمہارے درمیان جدائی ہونے والی ہے، میرے بعد اللہ تعالیٰ تمہارا کفیل اور کارساز ہے۔ اس کی بارگاہ میں دعا گو رہو کہ وہ تمہیں سرکش لوگوں سے محفوظ رکھے اور تمہاری اصلاح فرمائے۔

اپنے قاتل کے متعلق عجیب وصیت:

پھر اپنے قاتل کے متعلق فرمایا:......

میرے بیٹے حسن دیکھو!......

میرے قاتل کو میرے جیسا کھانا کھلاؤ، اگر زندہ رہا تو میں اپنے معاملہ کا خود فیصلہ کروں گا۔ اگر وفات پا گیا تو اسے قتل کر دینا .... مگر اس پر صرف ایک وار ہی کرنا اور (ناک، کان، ہونٹ وغیرہ کاٹ کر) مثلہ نہ کرنا...... کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اپنے متعلق وصیت:

اس کے بعد آپ نے اپنے متعلق فرمایا:......

اے حسن! میرے کفن کیلئے قیمتی کپڑا استعمال نہ کرنا، کیوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ہدایت فرمائی ہے۔

اپنے لخت جگر کو وصیت فرما لینے کے بعد آپ نے اپنے اعزہ واقرباء سے فرمایا:

اے بنو عبد المطلب! میری وجہ سے مسلمانوں کی خونریزی نہ کرنا خبردار!......

صرف میرے قاتل کو ہی سزا دینا۔

آخری لمحات:

اس کے بعد آپ کی زبان مبارک پر کلمہ اسلام جاری ہوا اور جان جان آفریں کے حوالے کر دی......

آپ کی تاریخ وصال ۱۹ رمضان المبارک بروز اتوار ۴۰ھ ہے۔

اس وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔

(ملخصاً من نور الابصار ص ۱۰۶، البدایہ والنھایہ ص ۷/ ۳۲۷)

تجہیز و تکفین: آپ کو

حسنین کریمین اور حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے غسل دیا، تین کپڑوں کا کفن دیا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی اور سحری کے وقت تدفین فرمائی۔

(المستدرک ۳/ ۱۴۳، طبقات ابن سعد ۳/ ۲۵، اسد الغابہ ۴/ ۳۹)

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ آپ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!......

وما علینا الا البلاغ المبین

==============

چھٹا بیان

قرآن
اور
صاحب قرآن

خطبہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم. اما بعد فاعوذ باللہ
من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، قد جآء کم من اللہ
نور و کتاب مبین .

صدق اللہ العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم.

سامعینِ محترم! ...... جو آیت کریمہ تلاوت کی گئی ہے اس میں قرآن او
صاحب قرآن کا بیان ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قد جآء کم من اللہ نور و کتاب مبین ۔(المائدہ،۱۵)

لوگو تمہارے پاس نور اور روشن کتاب آ گئی۔

اس آیت میں نور صاحب قرآن کو کہا گیا ہے اور کتاب مبین سے مراد قرآن ہے، خدا نے
پہلے صاحب قرآن کے آنے کا ذکر کیا ہے اور بعد میں قرآن کا ذکر ہے۔

پہلے صاحب قرآن آیا:

حضرات گرامی!......

اللہ تعالیٰ نے پہلے صاحب قرآن کو بھیجا۔ پھر قرآن کو بھیجا...... دنیا میں پہلے حضور
نور پھیلا اور قرآن کو اس کے بعد بھیجا تا کہ صاحب قرآن کی روشنی میں لوگ قرآن کو سمجھیں۔
کیونکہ حضور کو چھوڑ کر قرآن سمجھا نہیں جا سکتا۔ جسنے نور نبوت کے بغیر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی
وہ بھٹک گیا اور جس نے انوار رسالت کی روشنی میں قرآن کو پڑھا...... سوچا...... سمجھا اور عمل کیا
وہ راہِ ہدایت پر گامزن ہو گیا۔

محترم حضرات! قرآن اور صاحب قرآن اکٹھے ہیں......

قرآن اور صاحب قرآن لازم وملزوم ہیں......ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے...... یہ ہر دور میں اکٹھے رہے ہیں......کوئی ان کو جدا نہیں کرسکتا......اس کائنات میں قرآن صرف محمد مصطفیٰ کے پاس آیا، اور آگے جس کسی کو قرآن کی روشنی ...... چمک ...... کرن...... شعاع ...... ضیاء...... ہدایت اور معرفت ملی، وہ انہیں کے صدقہ سے ملی۔

غار حرا کی خلوتوں میں جبرئیل اس قرآن کو حضور کے پاس لے کر آیا حضور وہاں سے لے کر عرب کے پسماندہ علاقے کی طرف آئے اور اسکی کایا پلٹ کے رکھ دی بقول شاعر:

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
وہ عرب جس پر تھا صدیوں سے جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
مس خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دیا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی

عرب میں انقلاب آ گیا: محترم حاضرین!......

دنیائے عرب میں ایک عظیم انقلاب آ گیا......قرآن نے۔

ان کی سوچوں کو بدلا...... ذہنوں کو بدلا...... تہذیب وثقافت کو بدلا...... انداز طبیعت کو بدلا...... ظاہر وباطن کو بدلا...... سب کچھ بدل کر انہیں اپنے رنگ

میں رنگ لیا......اوران لوگوں کو رشد و ہدایت کے اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ

خود جو نہ تھے راہوں پر اوروں کے ہادی بن گئے

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

میرا نبی قرآن سناتا ہے: سامعین ذی وقار!......

چودہ سال سے پہلے کا منظر اپنے سامنے لائیے!...... وہ دیکھو!......شہر مکہ ہے......
حرم کعبہ ہے......عرب کے بازاروں میں...... پہاڑوں اور غاروں میں...... لالہ زاروں میں ......کبھی مرغزاروں میں......خدا کا حبیب...... نجیب وقریب......قرآن کی بولی سنا کر لوگوں کو مست و بے خود بنا رہا ہے۔

کبھی طائف کی بستی میں......کبھی بلندی اور پستی میں
کبھی وادی میں......کبھی آبادی میں......
کبھی جنگل میں......کبھی منگل میں......
کبھی شہر میں......کبھی گھر میں......
کبھی بازار میں......کبھی شاہراہ میں......
کبھی چھپ چھپا کر......کبھی کھلے بندوں......
کبھی ایک ایک فرد کو......کبھی سرعام......
کبھی تجارتی منڈیوں میں......اور کبھی سالانہ عیش وعشرت کے میلوں میں......
وہ ہر جگہ قرآن سنا رہا ہے......

اور پھر حد یہ کہ

کوئی گالی دیتا ہے......تو وہ قرآن سناتا ہے......

کوئی پتھر مارتا ہے......تو وہ قرآن سناتا ہے......

کوئی جادوگر کہتا ہے......تو وہ قرآن سناتا ہے......

کوئی مجنوں کہتا ہے......تو وہ قرآن سناتا ہے......

کوئی نجومی کہتا ہے......تو وہ قرآن سناتا ہے......

قرآن ہر جگہ پہنچا:

نتیجہ یہ نکلا کہ میرے نبی کی زبان سے یہ قرآن

ہر فرد تک پہنچا...... ہر مرد تک پہنچا......

ہر گھر تک پہنچا...... ہر شہر تک پہنچا......

ہر کان تک پہنچا...... ہر انسان تک پہنچا......

مکے کے ہر چوہدری تک پہنچا......عرب کے ہر سردار تک پہنچا......

قریش کے ہر قبیلے تک پہنچا......اور ان کے ہر خاندان تک پہنچا......

لوگ قرآن سننے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے:

حضرات!......

تو پھر کیا ہوا؟ اہل عرب میں ایک تحریک پیدا ہوئی۔

ان کے ہر شہر...... ہر گاؤں...... ہر گلی...... ہر کوچے...... ہر بازار...... ہر بستی...... ہر علاقے سے لوگ قرآن سننے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے......

چنانچہ قرآن کو سننے کیلئے مکے کا سب سے بڑا تاجر، ابو بکر آیا......

عرب کا سب سے بڑا پہلوان، عمر آیا......

قریش کا سب سے بڑا مالدار......عثمان آیا......

بنو ہاشم کا سب سے بڑا شہسوار حمزہ بن عبد المطلب آیا......

دنیائے عرب کی عظیم تاجرہ خدیجہ الکبریٰ آئیں......

اور پھر

حضرت علی بن ابوطالب آئے......زید بن حارثہ آئے......

بلال حبشی آئے......صہیب رومی آئے......

سلمان فارسی آئے......حبیب عجمی آئے......

اور آنے والے......

جوق در جوق آئے...............غول در غول آئے......

گروہ در گروہ آئے...............قطار در قطار آئے......

ذوق وشوق سے آئے...............عقیدت واحترام سے آئے......

اگر ان سے کوئی پوچھتا......کہ او جانے والو کدھر جا رہے ہو!......تو یہ زبان حال سے جواب دیتے کہ سنا ہے مکے میں ایک نبی آیا ہے!......رب کا قرآن لایا ہے......اس نے دنیا والوں کو خدا کا کلام سنایا ہے......اور لوگوں کو مست و بے خود بنا دیا ہے۔

ہم بھی مکے کے اس قاری کے پاس جا رہے ہیں......جو......لوگوں کو قرآن سناتا جاتا ہے......شراب محبت پلاتا جاتا ہے......عرفان باری کا نشہ چڑھاتا جاتا ہے......بندوں کو خدا کا راستہ بتاتا ہے اور انہیں خدا آشنا بناتا جاتا ہے۔

اہل مکہ کو خطرہ: حضرات مکرم!......

جب چاروں طرف سے پیاسے آ آ کر قرآن کے چشمۂ صافی سے سیراب ہو رہے تھے......تو مکے کے کچھ چوہدریوں اور وڈیروں کو شیطان نے کسی طرح ورغلا کر یہ یقین دلا دیا کہ اگر تم قرآن اور صاحب قرآن کو مان لوگے، تو تمہاری عظمت ختم ہو جائے گی......تمہاری عزت خاک میں مل جائے گی......تم ذلت کی طرف آرہو گے......

حالانکہ قرآن عظیم...... جلیل اور عزیز ہے...... جو بھی صدق دل سے قرآن سے وابستہ ہو جاتا ہے، وہ بھی عزت...... عظمت اور بلندی کو پالیتا ہے...... لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ

ہر پھول کی قسمت میں کہاں ناز عروسہ
قرآن پر ایمان ہر کسی کا مقدر نہیں

کیونکہ

اے کم ٹیں بے سوجت دا
کوئی ورلیاں موتی لے تریاں

ایں چہ بوالعجبی ؟ حضرات محترم!......

ایک طرف قرآن پڑھنے والے...... جھوم جھوم کر قرآن پڑھ رہے تھے اور دوسری طرف جس مکے میں قرآن آیا تھا، وہاں کے کچھ باشندوں نے اس سے منہ موڑ لیا...... صاحب قرآن سے تعلق توڑ لیا...... ابلیس سے رشتہ جوڑ لیا، اور فیضان قرآن سے محروم رہ گئے اقبال نے اسی چیز کا شکوہ اپنے انداز میں یوں کیا ہے۔

حسن ز بصرہ صہیب از روم بلال از حبش
زمکہ ابو جہل ایں چہ بو العجبی است

یعنی بلال حبشہ سے اور صہیب روم سے آکر مستفیض ہو گئے اور مکے کا سردار وہاں رہ کر بھی ابو جہل (جہالت کا سردار) ہی رہا۔

حضرات!...... معلوم ہوا کہ

یہ قسمت اور مقدر کی بات ہے، اپنے بس کا روگ نہیں اور حیرت بالائے حیرت ہے کہ وہ لوگ نہ صرف یہ کہ قرآن اور صاحب قرآن سے روگردان ہوئے...... بلکہ ان کے مقابلے میں صف آراء ہو گئے اور کہنے لگے...... یہ تو خدا کا کلام ہی نہیں...... محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اپنی طرف سے کلام بنا تا ہے...... یا کوئی جن بھوت اسے سکھا تا ہے اور یہ وہی بندوں کو سنا کر اسے خدا کا کلام بتا تا ہے۔

اب ضرورت تھی کہ اھل باطل کو جواب دیا جائے اور ثابت کیا جائے کہ قرآن اور صاحب برحق اور بے مثل ہیں۔

شک کرنے والوں کو چیلنج: محترم حضرات!...... پھر کیا ہوا؟

ڈنکے کی چوٹ انہیں یہ چیلنج دیا گیا...... جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:......

وان کنتم فی ریب مما نزّلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهدآء کم من دون الله ان کنتم صٰدقین . (البقره،۲۳)

یعنی اگر تمہیں اس بارے میں شک ہے جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا ہے، تو اس جیسی ایک سورت لے کر آؤ، اور اپنے حمایتوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

محترم حضرات!...... اس آیت کریمہ میں **فاتوا بسورة من مثله:** کی ضمیر "ہ" سے مراد قرآن بھی ہو سکتا ہے...... اور صاحب قرآن بھی ہو سکتا ہے اگر قرآن مراد لیں، تو معنی بنے گا۔ اے دنیائے کفر کے سردارو!...... اگر تمہیں اس قرآن کے کلام اللہ ہونے میں کوئی شک ہے، کوئی شبہ ہے، کوئی تردد ہے، تو اس قرآن جیسی کوئی صورت تو لاؤ...... اور اگر اس ضمیر سے صاحب قرآن مراد لیا جائے، تو معنی بنے گا، اے محمد رسول اللہ کا انکار کرنے والو!...... اگر تمہیں ان کے رسول اللہ ہونے میں کوئی شک ہے، شبہ ہے، تو میرے نبی جیسی کوئی صورت، کوئی ذات، کوئی ہستی تو لا کر دکھاؤ، !...... جب یہ بے مثل بے مثال ہیں تو مان جاؤ کہ یہ خدا کا سچا رسول ہے۔

گویا ایک ہی جملے میں قرآن اور صاحب قرآن دونوں کی عظمت کو واضح کر دیا۔

قرآن بے مثل: سامعین کرام!......

خدا نے فرمادیا ہے کہ یہ لوگ قرآن کی مثل نہیں لا سکتے۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یأتوا بمثل ھذاالقرآن لا یا تون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا (الاسراء ۸۸)

محبوب فرمادیجئے!......اگر انسان اور جن قرآن کی مثل لانے پر جمع ہو جائیں، تو وہ اس قرآن کی مثل نہیں لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی ہو جائیں۔

معزز حاضرین!......قرآن نے دنیا بھر کے فصحآء، بلغآء، ادباء۔ خطباء کو چیلنج کیا، کہ اس قرآن کی مثل کوئی سورت لے آؤ، اپنے سارے شاعروں اور ادیبوں کو بلا لاؤ...... قرآن نے پوری دنیا کے کفر کو للکارا، مگر سب اپنی اپنی جگہ انگشت بدنداں...... حیران و پریشان رہے...... کفر نے مجتمع ہو کر دیکھ لیا......تب سے لے کر اب تک، لاکھ جتن کیئے، مگر قرآن کی مثل لانے میں بری طرح ناکام رہے، کسی کو بولنے کی سکت نہیں۔ کسی میں جواب دینے کی ہمت نہیں۔

اس موقع پر اعلیٰ حضرت بول پڑے، کہنے لگے کملی والے آقا!......

ے تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے
فصحآئے عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں
نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

تب سے لے کر اب تک قرآن کی مثل نہ کوئی لا سکا ہے......اور نہ ہی قیامت لا سکتا ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ خدا نے قرآن کو لاجواب اور بے مثل بنا دیا ہے......کوئی شخص اس کے کلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

صاحب قرآن بے مثل:

جس طرح قرآن بے مثل ہے، اسی طرح صاحب قرآن بھی بے مثل ہے۔
کسی نے کیا خوب کہا تھا

حسن ہے بے مثل، صورت لاجواب
میں فدا تم پر آپ ہو اپنا جواب

اور یوں بھی کہا جاسکتا ہے

بے مثالی کی ہے، مثال وہ حسن
خوبی یار کا جواب کہاں

حضرات ذی وقار! یہ صرف شاعرانہ تخیل نہیں، بلکہ حقیقت ہے۔
سنو، سنو!...... جب حضور، سرور عالم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی توحید اور اپنی نبوت کا اعلان کیا، تو اس پر یہ دلیل پیش کی اور چیلنج کیا:

فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلاتعقلون، (یونس،١٦)

اے لوگو!...... میں تمہارے درمیان اس سے پہلے اپنی عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے؟......

اس آیت میں حضور نے اپنی چالیس سالہ زندگی کو توحید و رسالت پر بطور دلیل پیش کر کے دنیا والوں کو چیلنج کیا کہ تم

میری چالیس سالہ کتاب زندگی کا ایک ایک صفحہ دیکھ لو...... ایک ایک ورق پڑھ لو...... ایک ایک سطر اور ایک ایک حرف دیکھ لو......

میرا بچپن دیکھ لو...... میرا لڑکپن دیکھ لو...... میری جوانی دیکھ لو...... میرا اٹھنا بیٹھنا دیکھ لو...... کھانا پینا دیکھ لو...... چلنا پھرنا دیکھ لو...... آنا جانا دیکھ لو...... سونا جاگنا دیکھ لو......

کھانا پینا دیکھ لو......

میری سیرت دیکھ لو...... میری صورت دیکھ لو...... میری گفتار دیکھ لو...... میری رفتار دیکھ لو میرا کردار دیکھ لو...... میرے افکار دیکھ لو...... میری حیات دیکھ لو...... اور میری ذات دیکھ لو......

لوگو!...... والضحیٰ کا چہرہ دیکھ لو...... واللیل کی زلفیں دیکھ لو...... والسلام کا سہرا دیکھ لو...... الم نشرح کا سینہ دیکھ لو...... مارمیت کے بازو دیکھ لو...... یاایھا المدثر کی چادر دیکھ لو...... یاایھا المزمل کی کملی دیکھ لو...... یسین کے دانت دیکھ لو...... طٰہٰ کی آنکھیں دیکھ لو...... مازاغ کا سرمہ دیکھ لو...... وماینطق کی زبان دیکھ لو...... لعمرک کی جاں دیکھ لو......

ذرا دیکھو، تو سہی!...... میرے لب نعلیں ہیں...... خط مشکیں ہیں...... زلفیں عنبریں ہیں...... آنکھیں نرگیس ہیں اور میں خود رسول رب العالمین ہوں۔

لوگو! اگر میرے جیسی کسی ذات اور کسی کی حیات دیکھی ہو، تو میری دعوت کا انکار کردو اور اگر میری بندگی، میری زندگی، میری ذات، میری بات، بے مثل اور بے مثال ہے تو مجھے بھی مان لو اور میرے خدا کو بھی مان لو......

حضرات!...... دنیا گواہ ہے کہ میرے آقا کے اس چیلنج پر کوئی آدمی جواب نہ دے سکا، اور سب نے بزبانِ حال اقرار کر لیا کہ ہم نے تیرے جیسا آج تک دیکھا ہی نہیں۔

محترم سامعین!...... کیونکہ

دیکھنے والے تو کہا کرتے ہیں اللہ اللہ
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

اس لیے کسی نے کہا تھا...... میرا نبی......

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے

جیسے منہ سے بولتا قرآن وہ تقریر ہے
سوچتی ہے دل میں دنیا مصطفیٰ کو دیکھ کر
وہ مصور کیسا ہو گا جسکی یہ تصویر ہے

معلوم ہوا کہ قرآن اور صاحب قرآن بے مثل اور بے مثال ہیں۔

دنیا بھر میں ان کا کوئی ثانی اور جواب نہیں۔

حضرات ذی وقار! آیئے ...... قرآن اور صاحب قرآن کی عظمت وشان کے مزید نظارے کرتے جائیں۔

قرآن بھی محفوظ:

قرآن کو خدا نے اتارا اور اعلان کر دیا۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ۔(الحجر،۹)

بے شک ذکر یعنی قرآن کو ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں

کائنات میں ایسی کوئی کتاب نہیں، جس کے متعلق یہ ارشاد ہوا ہو، یہ صرف قرآن کا حصہ ہے یہی وجہ ہے۔ کہ دنیا کی کوئی طاقت، قرآن کی زیر، زبر، شد، مد، حرف، حرکت اور کسی لفظ کو نہیں بدل سکتی۔ قرآن پاک سے قبل جتنی آسمانی کتابیں اتاری گئیں مثلاً توریت، زبور اور انجیل ...... ان تمام میں دست اندازی ہوتی رہی ...... جس کی عقل میں جو کچھ آتا، وہ اسے کتاب میں شامل کر دیتا ...... جہاں سے چاہتا مسئلہ وقانون تبدیل کر دیتا۔ ان میں سے کوئی کتاب بھی اپنی اصلی شکل اور آسمانی نقل کے مطابق دستیاب نہیں ہے اس کی وجہ قرآن نے یہ بتائی ہے:

بمااستحفظوا من کتاب اللّٰہ......(المائدہ،۴۴)

یعنی ان کتابوں کی حفاظت ان افراد کے سپرد کی گئی۔

جبکہ قرآن کریم کی حفاظت ونگہداشت کا ذمہ، خودرب کریم نے لے رکھا ہے......اس نے قرآن کا محافظ لوگوں کو نہیں بنایا، بلکہ خود اسکی حفاظت فرماتا ہے......یہی وجہ ہے کہ آج بھی قرآن مجید دنیا کے ہر خطے اور ہر ملک میں اپنی اصلی حالت کے ساتھ موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا۔

کسی شخص کے اندر یہ جرأت نہیں کہ وہ اس میں خرد برد کر سکے۔اور اس میں تبدیلی لا سکے

کسی کی یہ ہمت نہیں کہ وہ اس میں ردوبدل کر سکے......

کسی کو اسمیں ہیر پھیر سازی کا اختیار نہیں......

کیونکہ کسی کی جعل سازی کو ثبات وقرار نہیں......

محترم سامعین!......حفاظت قرآن کے اہتمام کی عظمت کا اندازہ کیجئے کہ......اگر خدانخواستہ کوئی فرد کسی وقت تلاوت قرآن کے دوران بھولے سے لفظوں کا ہیر پھیر کر دے، تو سینکڑوں افراد اسے لقمہ دینے لئے تیار ہوتے ہیں

اسی لمحہ اس کی غلطی کو طشت ازبام کر دیا جاتا ہے۔

دس پندرہ برس کا حافظ قرآن، اَسی سال (80) کے بزرگ کی زبان سے کسی حرف کی تبدیلی دیکھ کر چونک اٹھتا ہے، اور اس کی تصحیح کیے بغیر سکون نہیں پاتا۔

یہ سب کچھ کیا ہے یہ غیبی حفاظتی تدابیر واسباب ہیں جو خدا نے قرآن کریم کیلئے کر رکھے ہیں۔

فیصلہ فرمائیں!......

جس کتاب مقدس کی حفاظت، قدرت بذات خود فرما رہی ہو، کائنات بھر میں کس میں اتنی جرات اور طاقت ہے کہ وہ اس کو تبدیل کر ڈالے۔

معلوم ہوا کہ قرآن محفوظ ہے۔

صاحب قرآن بھی محفوظ : حضرات گرامی!......

اگر قرآن محفوظ ہے، تو صاحب قرآن بھی محفوظ ہے۔ صاحب قرآن نے جب اعلان رسالت کیا تو:

اپنے بیگانے ہو گئے...... دوست دشمن ہو گئے۔

جن سے خون کے رشتے تھے...... وہ خون کے پیاسے ہو گئے۔

جن کے دل موم کی طرح نرم تھے، وہ سنگدل ہو کر پتھر مارنے لگے۔

جو پھولوں کی طرح کھلتے تھے، وہ راہوں میں کانٹے بچھانے لگے۔

جو گلے ملا کرتے تھے، انہیں گلے ہونے لگے۔

جو پاس بیٹھا کرتے تھے۔ انہیں پاس نہ رہا۔

جو ساتھ رہتے تھے...... انہوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔

غرضیکہ!...... سارا عرب دشمنی پر آمادہ تھا اور ادھر اکیلے خدا کا اکیلا نمائندہ نہ سر پر باپ کا سایہ...... نہ استاد کا سایہ...... نہ خاندان کا سایہ...... نہ کسی انسان کا سایہ، اور حد یہ کہ نہ اپنا سایہ کیونکہ......

سائے پسند نہ آئے پروردگار کو
بے سایہ کر دیا اس سایہ دار کو

حضور کی عمر مبارک کا پچاسواں سال جس کو عام الحزن (غم کا سال) کہا جاتا ہے۔اسی سال حضرت سیدہ خدیجہ اور ابو طالب کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔اب آپکا دل بہلانے والا کوئی نہ رہا...... آپ کو تسلی دینے والا کوئی نہ تھا...... دشمن گالیاں دیتے ہیں...... پتھر مارتے ہیں...... ظلم وستم کی انتہا ہو جاتی ہے...... آپکے صحابہ پاک کو بھی جبر وتشدد کا نشانہ بنایا گیا...... حضرت عمار بن یاسر کو تپتے کوئلوں پر لٹایا جاتا...... حضرت بلال حبشی کو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتیں...... حضرت سمیہ کو ابو جہل نے نیزہ مار کر شہید کر دیا...... ابو جہل نے حضور کو مٹانے کیلئے کنواں کھدوایا لیکن اسمیں خود جا گرا......

عین اس موقع پر خدا نے اعلان فرمایا...... محبوب!...... گھبرانا نہیں، اگر ساری دنیا بھی تیرا ساتھ چھوڑ جائے...... تیرے مخالف ہو جائے...... تجھے دبانے آ جائے...... تو کسی کی کیا مجال کہ تجھے دبا سکے...... تجھے مٹا سکے...... کیونکہ تیرے ساتھ تیرا خدا ہے۔

❁......ما ودعک ربک وما قلی (الضحی،۳)

تیرے رب نے تجھے نہ تو چھوڑا اور نہ ہی ناراض ہوا ہے۔

❁......واللہ یعصمک من الناس. (المائدہ،۶۷)

وہ لوگوں سے تیری حفاظت کرے گا۔

❁......ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک. (الانشراح،۲،۳)

یعنی تیرے سارے بوجھ تیرے خدا نے اٹھا لئے ہیں۔

میں نے تجھے ہر طرح محفوظ کر دیا ہے، اب کوئی تیرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا...... کیونکہ......

؎ فانوس بنکر جس کی حفاظت ہوا کرے

وہ شمع کیسے بجھے جسے روشن خدا کرے

قرآن جمیع علوم کا حامل: محترم سامعین!......

قرآن مجید تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **مافرطنا فی الکتاب من شیئ (الانعام،۳۸)**

یعنی ہم نے قرآن میں کوئی کمی نہیں رکھی۔

کہیں فرمایا: **ونزلنا علیک الکتٰب تبیانا لکل شیئ (النحل،۸۹)**

یعنی آپ پر اترنے والی کتاب ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کرتی ہے۔

کہیں فرمایا: **کل صغیر و کبیر مستطر (القمر،۵۳)**

یعنی ہر چھوٹی بڑی چیز اس میں موجود ہے۔

کہیں فرمایا: **کل شی احصینه فی امام مبین (یٰس،۱۲)**

یعنی ہم نے ہر چیز کو اس میں جمع کیا ہے۔

کہیں فرمایا: **ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین.**

یعنی ہر خشک وتر چیز کا بیان اس میں موجود ہے۔ (الانعام،۵۹)

ثابت ہو گیا کہ اس کتاب میں کس چیز کی کمی نہیں۔

اور یہ قرآن ہر چیز کا واضح بیان ہے۔

ہر چھوٹی اور بڑی چیز قرآن میں مذکور ہے۔

ہر چیز کو روشن کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے۔

ہر تر اور خشک چیز کا ذکر اس کتاب میں ہے۔

صاحب قرآن بھی جمیع علوم کے حامل:

اللہ تعالیٰ نے صاحب قرآن کو بھی جمیع علوم کا حامل اور سرچشمہ بنایا ہے۔
جب قرآن میں تمام علوم ہیں، تو قرآن صاحب قرآن کے دل میں ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ تمام علوم حضور کے دل انور میں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الرحمٰن o علم القرآن. (الرحمٰن، ۱،۲)

رحمان نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

جب رحمان نے قرآن سکھایا تو ظاہر بات ہے کہ اس نے محبوب کو سارے علوم قرآن کا عالم بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فانه نزله علی قلبک. (البقرہ، ۹۷)

بے شک اس نے اس (قرآن کو) آپ کے دل پر اتارا ہے۔

جب قرآن دل پر اترا...... تو کیا قرآن کے علوم پیچھے رہ گئے...... نہیں، نہیں...... بلکہ قرآن اتار کر اس نے اپنے محبوب کو تمام علوم سے آگاہ کر دیا...... نہ صرف آگاہ کر دیا ...... بلکہ اعلان فرمادیا:

یعلمکم الکتاب والحکمة. (البقرہ، ۱۵۱)

لوگو!...... میرا محبوب تمہارا معلم بن کر آیا ہے اگر تم نے قرآن اور دانائی حاصل کرنی ہے...... تو در محبوب پر آجاؤ...... کیونکہ وہ تمام علوم کا حامل اور سرچشمہ بن کر آیا ہے

دونوں نور ہیں:

قرآن اور صاحب قرآن دنوں کو نور بنایا گیا ہے۔
قرآن کے نور ہونے پر قرآن کی یہ گواہی موجود ہے۔

یا آیہا الناس قد جاء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نور ا مبیناً۔ (النسآء،۱۷۵)

اے لوگو! تمہارے پاس، تمہارے رب کی طرف سے برہان آ گئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور (قرآن پاک) اتارا ہے۔

اور جب صاحب قرآن کی باری آئی ......تو رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا:

قد جآء کم من اللہ نور (المائدہ،۱۵)

اے لوگو!......تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (محمد مصطفٰے) آ گیا

مزید سنیے! اللہ تعالیٰ نے صاحب قرآن کو صرف نور بنا کر ہی نہیں بھیجا...... بلکہ آپ منیر بھی ہیں یعنی دوسروں کو بھی نور عطا فرمانے والے ہیں۔ اس پر آیت قرآنی گواہ ہے...... ارشاد خداوندی ہے:

یا ایھاالنبی انا ارسلناک شاھد اومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہٖ وسراجا منیر (الاحزاب،۴۶)

اے غیب کی خبریں دینے والے!......ہم نے تجھے شاہد، مبشر، نذیر، اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور دنیا کو روشن کرنے والا سورج بنا کر بھیجا ہے۔

یعنی میرا نبی خود بھی نور ہے اور سب کو نور عطا فرماتا ہے۔

نماز اور قرآن: سامعین حضرات!......

جب تک قرآن نہ پڑھیں، نماز مکمل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ حدیث نبوی ہے

لاصلوٰۃ الابالقراۃ. (مسلم ۱/۱۷۰)

یعنی اگر قرآن کی قرأت نہیں، تو نماز مکمل نہیں۔

نماز اور صاحب قرآن:

اسی طرح جب تک صاحب قرآن کو سلام نہ کریں نماز کامل نہیں ہوتی۔
جیسا کہ نماز کا طریقہ سکھاتے ہوئے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ سکھایا ہے کہ بیٹھ کر التحیات پڑھ تو ساتھ یہ بھی کہہ! **السلام علیک النبی ورحمة الله وبرکاته** ۔(بخاری ۱/۱۱۵)

اگر نماز صرف اللہ کی حمد وثنا...... تعریف وتقدیس...... اور تسبیح وتہلیل کا نام ہے تو وہ سب کچھ ادا ہو چکا ہے۔ لیکن حکم یہ ہے کہ بارگاہ خداوندی میں ہدیہ ہائے تحیت وعبادت پیش کرنے کے بعد نماز کامل تب ہوگی، جب بارگاہ رسالت میں سلام عقیدت ومودت بھی عرض کروگے۔

غلافِ قرآن:

حضرات گرامی!

قرآن مجید اس قدر عظمت ورفعت اور شان ومقام کا حامل ہے کہ دنیا میں کپڑوں کی کمی نہیں، اعلیٰ سے اعلیٰ اور نفیس سے نفیس کپڑے مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ لیکن انہیں کوئی چومتا نہیں، انہیں ہر پاک وناپاک چھوسکتا ہے۔
جبکہ وہ کپڑا جسے قرآن سے نسبت ہوگئی، قرآن کی معیت مل گئی، قرآن کی سنگت حاصل ہوگئی، اسے یہ مقام ملا کہ مسلمان اس کپڑے کا بھی ادب واحترام کرتے ہیں، اسے بھی وضو کرکے چھوتے ہیں اور اسکا بوسہ لینا محبت کی دلیل بن گیا ہے لہٰذا اب مسلمان قرآن کو بعد میں کھولتے ہیں، پہلے غلاف کو چومتے ہیں۔

غلاف صاحب قرآن: ایسے ہی

وہ کپڑا جو صاحب قرآن کے مبارک بدن سے لگ گیا...... آپ کے مقدس جسم سے مس ہو گیا...... وہ دنیا کے تمام کپڑوں سے ممتاز اور منفرد ہو گیا...... اس میں برکت آ گئی...... وہ حصول برکت کا ذریعہ ہو گیا...... اور نزول رحمت کا وسیلہ بن گیا۔ زہے نصیب کہ اسکا کوئی حصہ...... جزو...... اور ٹکڑ کسی خوش قسمت کو مل جائے۔

یہ صرف ہماری بات نہیں بلکہ صحابہ کرام کا بھی یہی ایمان تھا۔

ایک چادر مبارک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پیش کی گئی، اسے جب آپ نے پہن لیا...... اور اپنے مبارک بدن کو اس سے چھپایا...... تو ایک صحابی نے عرض کیا:

اکسنیھاما احسنھا (بخاری ۱/۱۷۵)

حضور! یہ مجھے پہنا دیں یہ کس قدر خوبصورت ہے؟

دوسرے صحابی نے کہا کہ حضور کو اس کی ضرورت تھی کہ آپ نے اسے تہبند کے طور پہ تن فرمایا ہے۔ پھر تو کیوں مانگ رہا ہے۔ جبکہ

وعلمت انه لایرد

تجھے علم ہے کہ آپ سوالی کو خالی نہیں لوٹاتے

قال انی واللہ ماسالته لالبسه وانماسالته لتکون کفنی.

اس نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا لباس بنانے کیلئے نہیں مانگا بلکہ اپنا کفن بنانے کیلئے طلب کیا ہے۔ (ایضاً)

معلوم ہوا کہ جو کپڑا قرآن کو چھپالے وہ بھی عظمت والا ہے...... اور جو صاحب قرآن کے جسم پاک کو ڈھانپ لے وہ بھی برکت والا ہو جاتا ہے۔

کیا نبیوں کو اپنی مثل کہنے والوں کے جسم بھی اس برکت کے حامل ہوتے ہیں نہیں ......اور یقیناً نہیں ......تو پھر ان لوگوں کو ایسے عقیدے سے توبہ کر لینی چاہیے۔

قرآن بھی ھادی: مکرم سامعین!

قرآن بھی ہدایت دیتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم (بنی اسرآئیل ۹)

کہ بے شک یہ قرآن سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

یعنی اگر کوئی بھولا، بھٹکا اور راہِ ہدایت سے ہٹا ہوا، اس قرآن کو اپنا رہبر و رہنما بنا لے تو وہ سیدھی اور پختہ راہ پر آ سکتا ہے......کیونکہ قرآن سیدھا راستہ دکھانے آیا ہے۔......

صاحب قرآن بھی ہادی: ایسے ہی

صاحب قرآن بھی ہادی......رہبر اور رہنما بن کر آیا ہے

ارشاد قرآنی ہے:

انک لتھدی الیٰ صراط مستقیم (الشوریٰ ۵۲)

اے محبوب بے شک آپ سیدھے راستے کی ضرور ہدایت دیتے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ساری کائنات اور پورے جہان کے لئے ہادی اور رہبر بنا کر بھیجا ہے۔راہ حق سے برگشتہ لوگ اگر دامن محبوب سے وابستہ ہو جائیں تو سیدھا راستہ پا لیں گے۔

قرآن بھی شفا: حاضرین کرام!......

قرآن نسخہ شفا بن کے آیا ہے، اور تمام امراض کی دوا بن کر آیا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

وننزل من القرآن ماهو شفآء ......الایه. (الاسراء،۸۲)

اور ہم نے قرآن کو شفا بنا کر اتارا ہے۔

لہٰذا اے مریضو!......قرآن کی تلاوت کرو ظاہری اور باطنی شفا پا جاؤ گے۔

صاحب قرآن بھی شفا: سامعین حضرات!......سنیئے!

میرا آقا بھی شفا بن کر آیا ہے......آپ سرانور کی چوٹی سے لے کر قدم مبارک تک شفا ہی شفا ہیں، میرے نبی کا جس شے کو ہاتھ لگ جائے، اسے شفا مل جاتی ہے...... پاؤں لگ جائے، شفا مل جاتی ہے......جسم کا کوئی حصہ لگ جائے شفا مل جاتی ہے......لعاب دہن لگ جائے شفا مل جاتی ہے......حتی کہ اگر کوئی میرے نبی کا پیشاب مبارک یا خون بھی لے لے تو اسے بھی شفا مل جاتی ہے۔ (رزقانی ۴/۲۳۱،۲۳۰)

میرے آقا کا اعلان سنو!: ان فی غبارها شفاء من کل داء . (وفاء الوفا،۱/۴۷)

آپ کا جسم مبارک تو ایک طرف، مدینہ منور کی وہ مٹی جو قدم محبوب سے مس ہوتی تھی......اس کی شان یہ ہے کہ وہ غبار اور مٹی بھی ہر مرض کی شفا ہے۔

؎ نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اٹھا لے آئے تھوڑی خاک ان کے آستانے سے

بلکہ سنیئے حضرات!......صحابہ کرام حضور اکرم کے بال مبارک سے لگنے والا پانی مریضوں کو پلاتے اور میرا نبی جو جبہ مبارک پہنتا تھا، آپ کے وصال کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ اس جبے کو پانی میں بھگو کر دیتیں اور وہ پانی مریضوں کو پلایا جاتا، تو بیماروں کو شفا مل جاتی۔ (مسلم ص ۲/۱۹۰)

اور مدینے کے لوگ برتنوں میں پانی لے کر آتے، میرے آقا اپنا دست مبارک اس پانی میں ڈالتے، تو بیمار لوگ اسے پیتے تو انہیں بھی صحت وشفا مل جاتی تھی (مسلم ۲/۲۵۶)

محترم سامعین!...... قرآن اور صاحب قرآن کی زیارت بھی اپنے اندر تاثیرات و برکات رکھتی ہے...... ان کی زیارت کا کیا کہنا......

قرآن کی زیارت:

ارشاد نبوی ہے:

النظر فی المصحف عبادة. (المقاصد الحسنہ ص ۲۵۱، کشف الخفاء ج ۲/۲۲۱)

لوگو!...... قرآن کو دیکھنا عبادت ہے۔

یعنی جو شخص محبت اور پیار کی نظر سے قرآن کو دیکھ لیتا ہے، اسے عبادت خداوندی کا ثواب مل جاتا ہے۔

صاحب قرآن کی زیارت:

اور اب سنیئے!...... صاحب قرآن کی زیارت کا کیا مقام ہے...... والضحیٰ کے چہرہ اور واللیل کی زلفوں کو دیکھنے سے کیا مقام ومنصب ملتا ہے...... ارشاد نبوی ہے:

لا تمس نار مسلما رانی او رای من رانی (ترمذی ص ۲/۲۲۶)

جس مسلمان نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا، ان دونوں آدمیوں کو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی......

یعنی محض محبت اور ایمان کی نگاہ سے مجھے ایک بار دیکھ لینے سے وہ نار جہنم سے آزاد ہو جائے گا، اور جنت کا مہمان بن جائے گا۔

دوسرے مقام پر فرمایا...... طوبی لمن رانی. (مسند احمد ص ۳/۱۷۱)

مبارک ہو اسے جس نے مجھے دیکھ لیا۔

گویا قرآن کی زیارت سے عبادت کا ثواب ملتا ہے...... اور صاحب قرآن کی زیارت سے جنت میں مقام ملتا ہے۔

قرآن کی صداقت: محترم سامعین!......

اوروں کی بات چھوڑیں اور تو اور خود کفار مکہ پر قرآن کا اس قدر اثر ہوتا تھا کہ دن کے وقت قرآن کو شعر کہا کرتے اور جادوگری قرار دیتے جبکہ رات کے اندھیروں میں جب خدا کا محبوب...... اپنی میٹھی اور سریلی آواز میں قرآن کی تلاوت کرتا...... تو ابوجہل، ابوسفیان، اخنس بن شریق اور دیگر مخالفین قرآن چھپ چھپ کر قرآن سنتے، اور زبان حال سے اس کی صداقت وحقانیت کے قصیدے گاتے اور نعرہ زن ہوتے۔

ماھذا کلام البشر — یہ کسی بشر کا کلام ہی نہیں۔ یہ تو خدا کا کلام ہے

صاحب قرآن کی صداقت:

ایسے ہی یہ حقیقت ہے کہ اپنی نگاہوں سے صاحب قرآن کا دیدار کرنے والا، صداقت مصطفیٰ کا نعرہ لگا اٹھتا...... جیسے حضرت عبداللہ بن سلام نے مدینہ منورہ میں جب چہرہ مصطفےٰ کو دیکھا تو پکار اٹھے۔

ان وجهه ليس بوجه كذاب۔ (ترمذی ۲/۷۲)

یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں، بلکہ سچے نبی ﷺ کا چہرہ ہے

قرآن بھی شافع: قرآن اور صاحب قرآن دونوں شافع ہیں، اور دونوں کی شفاعت مقبول ہوگی، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

الصیام و القرآن یشفعان للعبد..... الحدیث (مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

روزے اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے......

قرآن کہے گا، پروردگار میں نے اس بندے کو سونے سے روکا تھا، اس نے اپنے آرام اور نیند کو ترک کر کے میری تلاوت کی...... میں تیری بارگاہ میں اس کی شفاعت کرتا ہوں......اللہ تعالیٰ اس کی سفارش کو قبول فرما کر جنتی بنادے گا۔

صاحب قرآن بھی شافع: اسی طرح

میرے نبی، شفیع مکرم ﷺ بھی اپنے گنہگار امتیوں کی شفاعت فرمائیں گے...... بلکہ شفاعت کا دروازہ آپ ہی کھولیں گے۔ حدیث نبوی ہے:

شفاعتی لا هل الکبائر من امتی (ترمذی ۱/۶۶)

میری شفاعت امت کے کبیرہ گنہگاروں کیلئے ہوگی۔

ایک اور روایت میں ہے...... کہ جب مخلوق دیگر انبیاء سے ہوکر آپ کے پاس پہنچے گی، تو آپ اسے لے کر عرش تک جائیں گے آپ فرماتے ہیں! اخرّ لهٗ ساجداً میں سجدہ ریز ہوں گا، خدا فرمائے گا، اے محمد!، اپنے سر کو اٹھا...... بات کہہ، تیری بات کو سنا جائے، مانگ!، جو مانگو گے دیا جائے گا......شفاعت کیجئے!......جس کی شفاعت کرو گے، اسی کے متعلق تمہاری شفاعت کو مان کر میں اسے بخش دوں گا۔ (بخاری ۲/۱۱۱۸)

قرآن بھی رحمت: قرآن اور

صاحب قرآن دونوں رحمت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وننزّل من القرآن ماهو شفآء و رحمة للمؤمنين. (الاسراء ۸۲)

اور ہم نے قرآن کو شفا اور ایمانداروں کیلئے رحمت بنا کر اتارا ہے۔

لیکن اس سے حقیقی شفا اور رحمت خدا صرف ایمان والوں کو ملتی ہے

صاحب قرآن بھی رحمت: لیکن جب

صاحب قرآن کی باری آئی، تو فرمایا:

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین، (الانبیآء، ۱۰۷)

اے محبوب ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

صاحب قرآن کی رحمت صرف ایمان والوں کیلئے خاص نہیں، بلکہ جس طرح خدا تمام جہانوں کا رب اور پروردگار ہے، خواہ وہ مؤمن ہو کافر...... انسان ہو یا حیوان۔

غرضیکہ کوئی خدا کی ربوبیت سے باہر نہیں ہے۔

اسی طرح خدا نے اپنے محبوب کو بھی کسی ایک قوم...... یا ایک نوع کیلئے نہیں بلکہ سارے جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے،

گویا جہاں تک خدا کی ربوبیت ہے...... وہاں تک مصطفٰے کی رحمت ہے۔

قرآن حضور کے ساتھ: حضرات گرامی!......

کیا عرض کروں؟...... قرآن اور صاحب قرآن کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے، یہ دونوں لازم وملزوم ہیں...... کبھی جدا نہیں ہو سکتے...... کوئی انہیں الگ نہیں کر سکتا...... جب خدا نے انہیں ملا دیا ہے، تو کس کی طاقت ہے کہ وہ انہیں جدا کر سکے...... جہاں قرآن ہے، وہاں صاحب قرآن ہے...... قرآن حضور کے ساتھ اور حضور قرآن کے ساتھ ہے......

دیکھیے !...... مصطفیٰ مکے میں ...... قرآن مکے میں ......

مصطفیٰ مدینہ میں ...... قرآن مدینے میں ......

مصطفیٰ بستر میں ...... قرآن بستر میں ......

مصطفیٰ گھر میں ...... قرآن گھر میں ......

مصطفیٰ خلوت میں ...... قرآن خلوت میں ......

مصطفیٰ جلوت میں ...... قرآن جلوت میں ......

مصطفیٰ آبادی میں ...... قرآن آبادی میں ......

مصطفیٰ جنگل میں ...... قرآن جنگل میں ......

مصطفیٰ حضر میں ...... قرآن حضر میں ......

مصطفیٰ سفر میں ...... قرآن سفر میں ......

مصطفیٰ غار میں ...... قرآن غار میں ......

مصطفیٰ بدر میں ...... قرآن بدر میں ......

جہاں جہاں میرے حضور ہیں ...... وہاں وہاں قرآن ہے

حتی کہ جب حوض کوثر پر میرا آقا امت کو پانی پلائے گا قرآن وھاں بھی میرے آقا کے ساتھ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی لاریب، بے عیب، کتاب میں جگہ جگہ قرآن اور صاحب قرآن کا اکٹھا ذکر کیا ہے۔

ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ دونوں کیساتھ وابستہ ہو جائے ...... یہی حضور کا پیغام ہے ...... آپ نے فرمایا:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله . (مشکوٰۃ ص ۳۱)

لوگو!...... میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں، جبتک انہیں تھامے رہو گے، ہرگز گمراہ نہیں ہوگے...... ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت ہے۔

قرآن اور صاحب قرآن:

معزز حضرات!...... روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ صرف قرآن کافی نہیں ...... اس لیے اللہ تعالیٰ نے صاحب قرآن کو پہلے بھیجا اور قرآن کو بعد میں بھیجا...... تاکہ لوگ صاحب قرآن کی راہنمائی میں قرآن کو سمجھیں...... کیونکہ جس نے صاحب قرآن کو چھوڑ کر قرآن کو پڑھنا چاہا، وہ گمراہ ہوگیا......

سنیئے!...... حضرات ایک ہے قرآن...... ایک ہے صاحب قرآن...... دونوں کی عظمت وشان کا اندازہ لگائیے!..........

قرآن کلام اللہ	......	صاحب قرآن محمد رسول اللہ
قرآن شان الکلام	......	صاحب قرآن صفت الکلام
قرآن غیر مخلوق	......	صاحب قرآن اول مخلوق
قرآن بھی حق	......	صاحب قرآن بھی حق
قرآن بھی اعلیٰ	......	صاحب قرآن بھی اعلیٰ
قرآن بھی افضل	......	صاحب قرآن بھی افضل
قرآن بھی نور	......	صاحب قرآن بھی نور
قرآن بھی شفاء	......	صاحب قرآن والا بھی شفاء

قرآن بھی ھادی ...... صاحب قرآن بھی ھادی

قرآن بھی پاک ...... صاحب قرآن بھی پاک

قرآن بھی رحمت ...... صاحب قرآن بھی رحمت

قرآن بھی برکت ...... صاحب قرآن بھی رحمت

قرآن بھی لاریب ...... صاحب قرآن بھی لاریب

قرآن بھی بے عیب ...... صاحب قرآن بھی بے عیب

قرآن بھی بلد الامین میں آیا ...... صاحب قرآن بھی بلد الامین میں آیا

قرآن بھی مکہ میں آیا ...... صاحب قرآن بھی مکہ میں آیا

قرآن بھی مکی مدنی ...... صاحب قرآن بھی مکی مدنی

قرآن بھی پیر کے دن آیا ...... صاحب قرآن بھی پیر کے دن آیا

قرآن لیلۃ القدر میں آیا ...... صاحب قرآن بارہ ربیع الاول کو آیا

جو قرآن سے وابستہ ہو گیا وہ بھی نجات پا گیا

اور جو

صاحب قرآن سے وابستہ ہو گیا وہ بھی نجات پا گیا

اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں کو ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ المبین.

==============

ساتواں بیان

فتحِ مکہ

خطبہ

نحمدهٗ ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم، وعلی آله واصحابه اجمعین، امابعد، فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم، انا فتحنا لک فتحا مبینا، وقال اللہ تبارک وتعالیٰ فی مقام اٰخر اذا جآء نصر اللہ والفتح.

صدق اللہ العظیم، وصدق رسولهٗ النبی الکریم.

گرامی قدر حضرات! برادرانِ اہلسنت، ادب خوردگان نگاہ محبت!

قرآن مجید، فرقان حمید کی دو آیات بینات تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے...... جن میں اللہ رب العالمین نے ایک عظیم الشان، فقید المثال "فتح" کا ذکر فرمایا ہے...... اس فتح کو "فتح مکہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے......

آج کے خطبہ جمعۃ المبارک میں اسی فتح مبین کا تذکرہ پیش خدمت ہے...... پورے ذوق اور شوق کیساتھ تشریف رکھیں ...... انشاء اللہ آپ کے ایمان کو تازگی اور روح کو بالیدگی نصیب ہوگی......

عمرہ کی تیاری: حضرات محترم!......

۶ھ ذی قعدہ کے مہینے میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو بلایا، جب صحابہ کا اجتماع عظیم حاضر ہوگیا...... تو آپ نے فرمایا: صحابہ! ...... چلو مکہ کی زیارت کر آئیں اور طواف کعبہ کی سعادت حاصل کر آئیں......

صحابہ کرام نے، زبان رسالت سے جب سفر مکہ کا ذکر سنا..... تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی..... مارے خوشی کے آنکھیں اشکبار ہو گئیں..... چہرے کھلنے لگے..... آنکھیں پرنم ہو گئیں..... مسرت وشادمانی کی ایک لہر دوڑ گئی..... ہجرت کے بعد ایک عرصہ بیت گیا تھا..... کہ صحابہ شہر مکہ کی زیارت کو ترس رہے تھے..... انہیں پل پل بیت اللہ کی یادیں ستاتی تھیں..... آج حضور نے اعلان فرما کر گویا ان کی دکھتی رگوں پر ہاتھ رکھ دیا ہو

صحابہ اٹھے..... تیاریاں شروع ہو گئیں..... دلوں میں یہ ارمان مچل رہے تھے..... کہ کعبہ جائیں گے..... طواف کریں گے..... مقام ابراہیم پر نفل پڑھیں گے ..... حجر اسود کو چومیں گے..... مزدلفہ وعرفات میں جھومیں گے..... صفا ومروہ کے درمیان سعی کریں گے..... اور آبِ زم زم کو جی بھر بھر کے پئیں گے۔ سبحان اللہ.....

نورانی قافلہ سوئے مکہ چل دیا:

چنانچہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام نے احرام باندھ لیئے قربانی کے جانور ہمراہ لیے..... عرب کے رواج کے مطابق تلواروں کے ہتھیار ساتھ لیئے..... اور تقریباً چودہ سو افراد مکہ معظمہ کی طرف چل دیئے..... صحابہ کا ذوق وشوق دیدنی تھا..... دشت وجبل لبیک اللھم لبیک کی روح پرور صداؤں سے گونجنے لگے..... صحراؤں میں انوار کی موسلا دھار پھوار تھی..... چٹانوں پہ نورانی کرنیں دکھائی دے رہی تھیں..... وفور شوق سے قدم خود بخود آگے بڑھ رہے تھے..... کیونکہ صحابہ مکہ کی منزلوں کو طے کر رہے تھے۔

چلتے چلاتے، جب یہ قافلہ مکہ مکرمہ کے قریب تقریباً آٹھ، نو میل کے فاصلے پر حدیبیہ کے مقام پر پہنچا..... تو مشرکین مکہ نے ان کا راستہ روک لیا..... پوری کوشش اور افہام و تفہیم

کے باوجود انہوں نے آگے نہ جانے دیا......

صلح حدیبیہ:

آخرکار ایک صلح نامہ لکھا گیا، جسمیں طے پایا، کہ

۞...... مسلمان اس سال واپس چلے جائیں، اگلے سال آئیں اور وہ بھی غیر مسلح ہو کر، اور صرف تین دن مکے میں ٹھہریں۔

۞...... مکہ مکرمہ میں مقیم کسی مسلمان کو ساتھ نہیں لے جائیں گے، اور مکہ میں رہنے والے مسلمانوں کو یہاں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

۞...... کفار میں سے اگر کوئی مدینہ منورہ چلا جائے تو اسے واپس کرنا ہوگا، جبکہ اگر کوئی مسلمان مکہ چلا آیا تو واپس نہیں کیا جائیگا۔

۞...... آئندہ دس سال تک فریقین میں جنگ نہیں ہوگی۔

۞...... قبائل عرب میں جو قبیلہ جس کے ساتھ چاہے، معاہدہ میں شریک ہو جائے۔

چنانچہ بنو بکر اس معاہدہ میں قریش کے ساتھ ہو گئے، اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے طرفدار ہو گئے......

ارمان ٹوٹ گئے:

اس معاہدہ کے بعد حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو سر منڈانے...... جانور ذبح کرنے ......اور احرام کھول دینے کا حکم فرمایا...... صحابہ کرام کی امیدوں پر پانی پھر گیا...... آرزوئیں مٹ گئیں...... تمنائیں ختم ہو گئیں...... دلوں پر شدید صدمہ ہوا...... آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے...... انھوں نے بادیدہ پرنم حکم نبوی کی تعمیل کر دی...... اور مدینہ منورہ

واپسی ہوگئی...... ہر شخص رنجیدہ خاطر تھا...... ہر دل بے چینی اور بے قراری کا مجسمہ تھا

خدا کی طرف سے نوید جانفزا:

صحابہ کرام جب ٹوٹے ارمانوں اور شکستہ دلوں کے ساتھ واپس ہو رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ڈھارس بندھائی...... انہیں تسلی دی...... ان کے رستے زخموں پر مرہم رکھ دی...... اپنے نبی اور صحابہ کرام کو کامیابی و کامرانی کی نوید جانفزا سنائی...... فرمایا

انا فتحنالک فتحا مبینا۔ (الفتح، ۱)

محبوب! آج حدیبیہ کے مقام پر کفار کی مرضی کے مطابق شرائط طے کرنا یہ آپ کی ہار نہیں بلکہ اس طرح ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے۔

کہ آج تمہارے مخالفوں نے بھی تمہاری ایک مستقل آزادانہ حیثیت کو مان لیا ہے، انہوں نے تسلیم کرلیا ہے کہ مسلمان چند افراد کی ٹولی نہیں، بلکہ یہ ایک آزاد قوم ہے، اور ان کی آزاد مملکت ہے، اور یہ اپنے مساویانہ حقوق رکھتے ہیں۔

فتح مکہ کی بشارت:

اور اے مسلمانو! غم نہ کرو، اگر آج تم اپنے دلوں میں ارمان لیئے واپس لوٹ آئے ہو...... عمرے کی سعادت اور کعبے کی زیارت نہیں کر سکے...... تو کوئی بات نہیں...... میرا تمہارے ساتھ وعدہ رہا...... ایک دن آنے والا ہے کہ

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ۔ (الفتح ۲۷)

اللہ نے چاہا تو تم ضرور با ضرور مسجد حرام، بیت اللہ میں داخل ہو گے...... پورے امن و سلامتی کیساتھ...... مسرت و شادمانی کیساتھ...... کوئی تمہارا مقابلہ نہ کر سکے

گا......کوئی تمہارے سامنے آنے کی جرأت نہ کرے گا...... میں سچا خدا ہوں......میرا وعدہ سچا ہوتا ہے......آج تم مکے میں داخل ہونا چاہتے تھے......کفار ومشرکین مکہ نے تمہارا راستہ روک لیا......کل جب تم دوبارہ آؤ گے!......تو یہ کافر ومشرک مکہ چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوں گے......کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا......کوئی تمہیں میلی نظر سے دیکھنے کی بھی جرأت نہیں کرے گا......

تم خیر وعافیت سے

مکے آؤ گے......طواف کرو گے......مقام ابراہیم پر نماز پڑھو گے حجر اسود کو چومو گے......مزدلفہ وعرفہ میں گھومو گے......صفا ومروہ کے درمیان سعی کرو گے......اور جی بھر بھر کے آب زمزم پیو گے۔ اللہ اکبر۔

صحابہ نے جب یہ خدائی بشارتیں......اللہ کی عنایتیں......اور بے پایہ نوازشیں دیکھیں، تو صحابہ مچل گئے......ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا......صحابہ مارے خوشی کے اللہ کی حمد وثنا کے ترانے گنگنانے لگے اور اس کی کبریائی کے نعرے لگانے لگے۔

قریش کی عہد شکنی: معزز سامعین حضرات!......

اللہ کی اس بشارت کے پورا ہونے کا ظاہری سبب یہ بنا، کہ قریش مکہ نے دو سال بعد ۸ھ میں اپنے اس معاہدہ حدیبیہ کی خود ہی مخالفت کر دی، ہوا یہ کہ مسلمانوں کے حلیف بنوخزاعہ کو، قریش کے حلیف بنوبکر نے قتل کرنا شروع کر دیا، گو ان کے درمیان پرانی عداوت اور جھگڑا تھا، لیکن اس نزاع میں قریش نے بجائے غیر جانبدار رہنے کے بنوبکر کا ساتھ دیا، جسکے نتیجے میں بنوخزاعہ کے بیس، تیس آدمی مارے گئے، قریش

اوران کے حلیفوں نے اس قدر سفا کی کا مظاہرہ کیا کہ خانہ کعبہ میں پناہ گزینوں کو بھی قتل کرنے سے گریز نہ کیا۔

المدد یارسول اللہ ﷺ:

حتیٰ کہ حضرت عمرو بن سالم خزاعی اپنے ساتھ چالیس سوار لیئے، مکے کی گلیوں میں حضور کو مدد کیلئے پکارتے ہوئے عازم مدینہ ہوئے، ادھر، حضور اکرم ﷺ کا شانہ نبوت پر جلوہ افروز تھے، وضو خانے میں تشریف فرماتھے کہ اچانک آپ فرمانے لگے:......

لَبَّیْکَ ، لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ، نُصِرْتَ، نُصِرْتَ، نُصِرْتَ

اے مجھے پکارنے والے! میں آگیا، میں آگیا، میں آگیا،

تیری مدد ہوگئی، تیری مدد ہوگئی، تیری مدد ہوگئی، (طبرانی صغیر۲/۷۲)

اللہ، اللہ، ! دیکھیئے !...... پکارنے والا مکے کی گلیوں میں پکار رہا ہے اور میرے آقا مدینے میں بیٹھ کر اسکی پکار کو سن بھی رہے ہیں اور مدد بھی فرمارہے ہیں......

معلوم ہوا کہ میرے نبی پکارنے والوں کی پکار کو سنتے ہیں

خواہ وہ دور سے پکارے یا نزدیک سے،

کیونکہ دور تو پکارنے والا ہے، درحقیقت میرا نبی دور نہیں، وہ تو حضور ہے اور نور علی نور ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا:

فریاد کرے امتی جو حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

مزید فرماتے ہیں:

؎ دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

بنوسالم کی دستگیری: محترم سامعین!......

حضرت عمرو بن سالم نے بارگاہ رسالت میں پہنچ کر سارا ماجرا کہہ سنایا، آپ نے فرمایا، تم واپس اپنے علاقے میں چلے جاؤ...... غم نہ کرو اور جا کر اپنے قبیلے والوں کو کہہ دو کہ فتح ونصرت کے دن قریب آ چکے ہیں، اور میں تمہاری مدد کو پہنچ رہا ہوں۔

اہل مکہ کے غرور کا انجام:

حضرت عمرو کے چلے جانے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ایک صحابی کو مکے میں بھیجا، کہ اہل مکہ سے کہدو کہ یا......

تو مقتولوں کا خون بہا (بدلہ) ادا کردو...... یا بنو بکر کی پشت پناہی سے دست کش ہو جاؤ ورنہ دوٹوک لفظوں میں معاہدۂ حدیبیہ کو توڑنے کا اعلان کردو......

وہ صحابی جب مکہ مکرمہ پہنچے، اور قریش مکہ کو درج بالا شرائط سنائیں، تو ان کی گردنیں اکڑ گئیں، انہوں نے نہائت غرور سے اپنے سروں کو اونچا کیا، اور انجام کی فکر کیئے بغیر، بڑی بے دردی کیساتھ معاہدہ حدیبیہ کو توڑ دینے کا اعلان کر دیا۔

حضور ﷺ کے قاصد نے آپ کو قریش مکہ کی اس متکبرانہ چال کی خبر دی، آپ نے فرمایا کہ اب اہل مکہ اکڑ گئے ہیں، لیکن یہ غرور انہیں لے ڈوبے گا، ادھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ فتح مبین کا وعدہ کر رکھا تھا، کہ

اے محبوب! آپ غم نہ کریں، اگر اہل مکہ اکڑ گئے ہیں، اور آپ کی بات کی

پرواہ نہیں کرتے، تو کوئی بات نہیں میں خدا ہوں، لہٰذا میں یا تو ان کی اکڑی ہوئی گردنیں توڑ دوں گا، ورنہ تیرے آگے جھکا دوں گا۔

اہل مکہ کی بے چینی:

چنانچہ آپ نے صحابہ کرام کو جنگی تیاری کا حکم دیا، صحابہ کرام تیاریاں کرنے لگے، ادھر اہل مکہ کو اپنے اس غدارانہ رویے پر افسوس ہوا، تو انہوں نے (حضرت) ابوسفیان بن حرب کی منت سماجت کی، کہ تم ہمارے سردار ہو اور تمہاری بیٹی محمد ﷺ کی زوجہ بھی ہے، لہٰذا کچھ کرو، ابوسفیان نے کہا، میری بیوی ہند بنت عتبہ نے خواب میں مقام ''حجون'' سے مقام ''خندمہ'' تک ایک خون کی نہر بہتی ہوئی دیکھی ہے، قریش اس خواب کی وجہ سے مزید خوف اور دہشت کا شکار ہو گئے...... انہوں نے مزید ابوسفیان کو زور دیا کہ وہ فوراً مدینہ جا کر معاہدۂ حدیبیہ کی تجدید کرے۔

ابوسفیان مدینہ میں:

چنانچہ ابوسفیان وہاں سے چلا، اور مدینہ منورہ میں سیدھا اپنی بیٹی ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں پہنچا، سامنے ایک چارپائی تھی، جس پر بستر بچھا ہوا تھا، ابوسفیان اس پر بیٹھنے لگا لیکن

حضرت ام حبیبہ کا ادب رسالت:

حضرت ام حبیبہ نے فرمایا، ٹھہر جاؤ، اس بستر پہ نہ بیٹھنا، ابوسفیان رک گیا، ام المؤمنین نے وہ بستر لپیٹ کر ایک طرف رکھ کر فرمایا، اب بیٹھ جاؤ، ابوسفیان نے حیران ہو کر پوچھا، بیٹی!...... تم نے بستر کو کیوں اٹھایا ہے؟ کیا بستر کو میرے لائق نہیں سمجھتی، یا مجھے

اس بستر کے قابل نہیں جاتی...... آپ نے فرمایا، یہ بستر نبی کا بستر ہے، میرا نبی پاک ہے، نبی کی نسبت کی وجہ سے یہ بستر بھی پاک ہے، تو مشرک ہے، اور مشرک ناپاک ہوتا ہے، ناپاک میرے نبی کے پاک بستر پر نہیں بیٹھ سکتا۔ سبحان اللہ۔

ابوسفیان غصے میں جل بھن گیا، پوچھنے لگا، کیا میں تیرا باپ نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا: بے شک تو میرا باپ ہے...... لیکن

دنیوی رشتہ بعد میں ہے ...... دینی رشتہ پہلے ہے

اَبوّت کا رشتہ بعد میں ہے ...... نبوّت کا رشتہ پہلے ہے

کیونکہ:

محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی رشتوں سے اعلیٰ ہے

محمد ہے متاع عالم وایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، جان مال، اولاد سے پیارا

ابوسفیان کے دل پر چوٹ لگی، وہاں سے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا، اور اپنا مدعا بیان کیا، کہ میں معاندہ حدیبیہ کو بحال کرنے آیا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا وہ پھر اٹھا اور کبھی حضرت صدیق اکبر کے پاس جاتا ہے، تو کبھی حضرت فاروق اعظم کے پاس التجا کرتا ہے کبھی حضرت علی المرتضٰی کی منت سماجت کرتا ہے، تو کبھی حضرت فاطمۃ الزاہراء کی خدمت میں سفارش کی آرزو کرتا ہے ان سب نے کہا ہم اس کام میں کوئی دخل نہیں دے سکتے، جو ہمارے آقا چاہیں گے، ہم اسی کے پابند ہیں

جب اسکی کسی کے ہاں شنوائی نہ ہوئی تو حضرت علی نے اس کی قابل رحم حالت

دیکھ کر فرمایا، تم بنو کنانہ کے سردار ہو، تم خود ہی مسجد نبوی میں جا کر اعلان کر دو، کہ میں نے معاہدۂ حدیبیہ کی تجدید کر دی ہے، ابوسفیان اٹھا اور مسجد میں جا کر اعلان کرنے لگا، کہ مسلمانو! میں نے صلح حدیبیہ کو بحال کر دیا ہے، لیکن کسی کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا ...... کیونکہ جس کو حضور نظر انداز کر دیں وہ کسی جگہ بھی سرخرو نہیں ہو سکتا۔

ابوسفیان جب مکے پہنچا، تو قریش اس کے گرد جمع ہو گئے، اور پوچھا کیا بنا؟ اس نے ساری کہانی سنائی، اور آخر میں کہا کہ میں مسجد میں کھڑے ہو کر معاہدہ کی تجدید کا اعلان کر آیا ہوں، تم مطمئن ہو جاؤ...... قریش نے کہا کہ تم سردار ہو کر ایسی باتیں کر رہے ہو کہ کوئی بچہ بھی ایسی بے وزن باتیں نہیں کرتا، جب کسی نے تمہاری تجدید کو قبول نہیں کیا، تو اطمینان کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ نہ تو صلح ہے اور نہ جنگ۔ (زرقانی ۲/۲۹۳،۲۹۲)

جنگی تیاریاں:

ادھر مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر اور مضافات میں جنگ کا اعلان فرما دیا، اور مکمل جنگی تیاری کے بعد مسلمانوں کا دس ہزار کا لشکر جرار 10 رمضان المبارک ۸ھ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہو گیا، راستے میں بعض قبائل کے لشکر بھی اسمیں شامل ہوتے گئے اور اسکی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا، حتی کہ مکہ مکرمہ پہنچتے وقت لشکر کی تعداد تیرہ ہزار کو پہنچ گئیں۔

حضور نے روزہ چھوڑ دیا:

تمام لوگ روزہ کی حالت میں تھے، مدینہ منورہ سے تھوڑی دور، مقام "کدید" پر پہنچے، تو سرکار دو عالم، فاتح مکہ، امام الانبیاء ﷺ نے پانی طلب فرمایا آپ کی خدمت میں پانی پیش کیا گیا، آپ نے سواری پر بیٹھ کر پانی نوش فرمایا اور تمام اہل لشکر کو روزہ

چھوڑ دینے کا حکم فرمادیا۔

اور اسی مقام پر مختلف قبائل کو جھنڈے تقسیم کیے گئے، قافلہ مکہ کی طرف رواں دواں ہے، دوران سفر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، وہ مکہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ ہجرت فرمارہے تھے، انھوں نے بیوی بچوں کو مدینہ منورہ روانہ کردیا، اور خود لشکر اسلام میں شامل ہوگئے

مرظہران میں پڑاو: حاضرین کرام!......

قافلہ پوری سبک رفتاری کیساتھ جانب مکہ بڑھ رہا تھا۔ مکہ کے قریب ایک علاقہ ''مرالظہران'' پر پہنچ کر آپ نے حکم فرمایا، یہاں پڑاو کیا جائے، چنانچہ ڈیرے ڈال دیئے گئے، آپ نے فرمایا ہر قبیلہ اپنا خیمہ الگ نصب کرے، اور اپنے اپنے خیموں کے آگے آگ روشن کرو، تاکہ جب اہل مکہ ہمیں دیکھیں تو ان پر رعب طاری ہو جائے۔

ابوسفیان کی گرفتاری:

اسی دوران ابوسفیان، بدیل بن ورقاء اور حکیم بن حزام حالات کا جائزہ لیتے ہوئے، جب مرا''الظہران'' پر پہنچے، تو ان کے اوسان خطا ہوگئے، دور دور تک قافلے کا پھیلاو اور میلوں تک آگ ہی آگ دیکھ کر دنگ رہ گئے، ایک دوسرے سے پوچھنے لگے، یہ کون لوگ ہیں، اتنا بڑا لشکر کہاں سے آگیا؟ ابوسفیان نے کہا: میں نے اپنی زندگی میں اس میدان میں اتنی دور تک پھیلی ہوئی آگ نہیں دیکھی، آخر یہ کونسا قبیلہ ہے؟، بدیل بن ورقاء کہنے لگا، بنو خزاعہ معلوم ہوتے ہیں، اس نے کہا؟، وہ اتنی کثیر تعداد میں نہیں ہے، ادھر یہ ابھی سوچ وبچار میں تھے کہ حضرت عباس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید کدھے

مبارک پر سوار ہو کر اھل مکہ کو اس خطرہ سے آگاہ کرنے جارہے تھے، ان کے کان میں جب یہ آوازیں پہنچیں، تو انھوں نے ابوسفیان کی آواز کو پہچان لیا، جب ان کے قریب گئے، تو ابوسفیان کہنے لگا، عباس!، کہاں سے آرہے ہو؟ آپ نے فرمایا: زیادہ باتیں کرنے کا وقت نہیں، یہ اسلام کا لشکر عظیم ہے، جو مکہ فتح کرنے آیا ہے، اگر تم نے اس کے ساتھ مقابلہ بازی کی، تو ختم ہو جاؤ گے، تم میرے پیچھے سوار ہو جاؤ، میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لیے چلتا ہوں، وہاں جا کر تم معافی مانگ لینا، اور جلدی کرو، تاخیر نہ کرنا، ورنہ اگر مسلمانوں نے تمہیں دیکھ لیا تو اسی وقت قتل کر دیں گے، ابوسفیان جلدی، جلدی حضرت عباس کے گدھے پر سوار ہو گئے، حضرت عباس انہیں لے کر جب بارگاہ رسالت میں پیش کرنے کیلئے لشکر گاہ میں پہنچے...... تو وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ پہرہ دے رہے تھے، انھوں نے جب ابوسفیان کو دیکھا تو ان کے ضبط کے بند ٹوٹ گئے، حضرت عمر کہنے لگے، یہ تو خدا کا دشمن ابوسفیان ہے، دوڑ کر حضور کی خدمت میں گئے، اور عرض کیا حضور!، ابوسفیان پکڑا گیا ہے، اگر اجازت ہو تو سر اڑا دوں؟ حضور مسکرائے، فرمایا ٹھہر جاؤ، اسے آنے تو دو، پھر دیکھنا کیا بنتا ہے؟

اتنے میں حضرت عباس ان تینوں کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے، اور عرض کیا حضور میں نے ان کو امان دے دی ہے، آپ بھی کرم فرمائیں!......

کون ابوسفیان: حضرات محترم!......

کیا آپ جانتے ہیں کہ ابوسفیان کون تھا؟......

ابوسفیان بن حرب وہ آدمی تھا کہ

❁...... جسکی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی

❁...... جس نے مکے میں بانی اسلام اور مسلمانوں کو طرح طرح کی سزائیں دیں

❁...... جس نے مسلمانوں پر ظلم وتشدد کا بازار گرم کیا، کہ وہ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے

❁...... وہ ابوسفیان جسنے مدینہ منورہ میں بھی مسلمانوں کو چین سے نہ بیٹھنے دیا

❁...... قبائل عرب کو ساتھ ملا کر حضور کے قتل کی بار بار سازشیں کیں۔

❁...... وہ کونسی سازش تھی جو اسلام کے خلاف کی گئی ہو......اور ابوسفیان اسمیں شریک نہ ہوا ہو۔

ابوسفیان بھی چشم تصور سے ان تمام جرائم کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ دیکھیں آج میری ان زیادتیوں کے بدلے کس طرح لیے جاتے ہیں، شرم کے مارے اس کا سر جھکا ہوا ہے، پسینے چھوٹ رہے ہیں، آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی ساری کارستانیوں سے پوری طرح واقف تھے، چاہتے تو اس کی بوٹی بوٹی الگ کر دی جاتی، اسکے جسم کے ریزے ریزے ہو جاتے، لیکن یہ دربار کسی بادشاہ کا دربار نہیں، یہ تو محبوب خدا کا دربار دُرِ بار ہے۔

ابوسفیان دربار رسالت میں:

آپ نے فرمایا......عباس!......اسے اپنے خیمے میں لے جاؤ، اور صبح: میرے ہاں لانا......رات کیسے کٹی یہ کوئی ابوسفیان سے پوچھے، ایک ایک پل، ایک ایک سال سے بھی طویل معلوم ہوتا تھا، اپنے جرائم کی سزائیں تجویز کرتے کرتے رات گذار دی۔ صبح ہوئی، تو حضرت عباس نے ابوسفیان کو خدمت اقدس میں پیش کر دیا اب منظر کچھ

یوں ہے کہ

ایک طرف، پیکر جرم............	دوسری طرف، پیکر کرم
ایک طرف، سراپا خطا............	دوسری طرف، سراپا عطا
ایک طرف، جفاوالا............	دوسری طرف، وفاوالا
ادھر، ظلم والا............	ادھر، حلم والا
ادھر، کلفت والا............	ادھر، الفت والا
ادھر، نفرت والا............	ادھر، محبت والا
ادھر، انتشار والا............	ادھر، پیار والا
ادھر، زحمت والا............	ادھر، رحمت والا
ادھر، حیران............	ادھر، دو جگ کا سلطان
ادھر ابوسفیان............	ادھر اللہ کے عرش کا مہمان

میرے آقا نے

جب ابوسفیان کو دیکھا......تو دل ہی دل میں فرمایا ہوگا:

تم جفا کرتے رہے ہم وفا کرتے رہے
اپنا اپنا فرض تھا دونوں ادا کرتے رہے

نگاہِ نبوت کام کر گئی: محترم حضرات!......اب

نگاہِ نبوت اٹھی، ابوسفیان کے باطن پر پڑی، دل کی دنیا بدل گئی اس کے دل میں پہلے نفرت تھی......اب محبت آ گئی۔

پہلے انکار تھا......اب پیار آ گیا۔

پہلے کلفت تھی......اب الفت آ گئی۔

وہ پہلے حیران تھا......اب صاحب ایمان ہو گیا۔

پہلے نرا ابوسفیان تھا......اب مسلمان ہو گیا۔

پہلے عام تھا......اب خاص ہو گیا

پہلے حیوان تھا......اب انسان ہو گیا

پہلے شرابی تھا......اب صحابی ہو گیا

پہلے غدار تھا......اب وفادار ہو گیا

پہلے جہنمی تھا......اب جنتی ہو گیا۔

حضور نے پوچھا، ابوسفیان کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تو خدا کے ہونے کا یقین کر لے۔ عرض کیا حضور! یقین آ گیا ہے، کیونکہ اگر کوئی اور خدا ہوتا تو آج ہمارے کام آتا۔

آپ نے فرمایا......کیا تو میرے رسول ہونے کو نہیں مانتا؟

کہنے لگا لوگ گواہ ہیں، میں آپ کے رسول ہونے کو مان چکا ہوں۔

حضور نے دامن رحمت میں چھپا لیا: معزز حضرات!......

ابوسفیان کی گردن جھکی ہوئی ہے......آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی لگی ہے......میرے کریم آقا نے اسے معاف فرما دیا ہے......کسی غصے کا اظہار نہیں فرمایا......کسی انتقام کا حکم نہیں دیا......کوئی جرم یاد نہیں دلایا......بلکہ اپنے دامنِ رحمت میں چھپا کر دونوں جہاں میں آباد کر دیا، گویا حضرت ابوسفیان بزبان حال کہہ رہے تھے کہ

موتی سمجھ کر شانِ کریمی نے چن لیے ہیں
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے

حضرت ابوسفیان کو بشارت:

حضرت ابوسفیان نے جب اسلام قبول کر لیا، تو حضرت عباس نے عرض کیا، حضور! ابوسفیان مکے کا سردار ہے...... اور فخر کو پسند کرتا ہے...... آپ اس پر کچھ کرم فرمائیں...... اسے کوئی خاص اعزاز عطا فرمائیں...... جس پر یہ فخر بھی کر سکے اور اسے اطمینان بھی ہو جائے

آپ نے فرمایا، ابوسفیان جاؤ جا کر اعلان کر دو کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا، اس کیلئے امان ہے۔

ابوسفیان نے عرض کیا: حضور میرا گھر تو چھوٹا سا ہے، اور مکے کی آبادی بہت زیادہ ہے، میرے گھر میں کتنے آدمی سما سکتے ہیں۔ تو پھر

رحمت دو عالم ﷺ کا دریائے رحمت جوش میں آیا، آپ نے فرمایا

جو اپنے ہتھیار ڈال دے گا، اسے بھی امان ہے۔

جو اپنا دروازہ بند کر لے گا، اسکے لیے بھی امان ہے۔

اور...... جو حرم کعبہ میں داخل ہو جائیگا۔

ہم اسے بھی امان دینے کا اعلان کرتے ہیں۔

پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت عباس سے فرمایا:

ابوسفیان کو کسی ایسی بلند چوٹی پر کھڑا کرو جو مکے کے راستے میں واقع ہو، اور جہاں سے یہ لشکر اسلام کی شان وشوکت اور اس کی عظمت و کثرت کو دیکھ سکے، آپ کے حکم کے مطابق حضرت عباس حضرت ابوسفیان کو ایک بلند چوٹی پر لے گئے، لشکر اسلام پوری آب وتاب، شان وشوکت، اور جاہ وجلال کے ساتھ مکے میں داخل ہو رہا تھا۔

مکے میں داخلے کا منظر: حضرات!...... ذرا چشم تصور سے دیکھو!

عجب منظر ہے، صحابہ کرام...... پوری طرح جنگی ساز وسامان سے لیس...... ان کے چمکدار چہرے...... سیاہ گھنی داڑھیاں...... سروں پر نورانی عمامے...... بدنوں پر شریعت کے جامے...... مدنی قبائیں، عمدہ عبائیں...... جنگجو سوار...... ہاتھوں میں آہنی تلواریں...... زبانوں پر جہادی یلغاریں...... ہر قبیلے کا علیحدہ پرچم...... سبحان اللہ

ابوسفیان اسلامی لشکر کو دیکھ کر کانپ رہا ہے، مختلف قبیلے مکے میں داخل ہو رہے ہیں، جو قافلہ گذرتا، ابوسفیان اسکا تعارف پوچھتے، حضرت عباس انہیں، ہر قبیلے کا تعارف کراتے جاتے ہیں، ابوسفیان کہنے لگا، تمہارے بھتیجے کی اتنی بڑی بادشاہت ہے، یہ تو اکیلا ہی مکے سے گیا تھا، آج اتنے بڑے ملک، اور اتنی بڑی مملکت کا وارث دکھائی دیتا ہے، حضرت عباس نے فرمایا یہ بادشاہت نہیں، یہ اللہ کے نبی کی شانِ رسالت ہے

حضرت سعد کا نعرۂ مستانہ: سامعین مکرم، توجہ فرمائیں!......

اسی دوران ایک بہت بڑا قافلہ آیا...... اسکے ہاتھ میں ایک وسیع وعریض جھنڈا تھا...... حضرت ابوسفیان نے پوچھا یہ کونسا قبیلہ ہے؟...... انھوں نے فرمایا یہ انصار مدینہ کے لوگ ہیں اور ان کے علمدار حضرت سعد بن عبادہ تھے...... جب وہ چوٹی کے قریب

سے گذرنے لگے...... تو اچانک ان کی نظر اوپر ابوسفیان پر پڑ گئی...... حضرت سعد کا خونِ انتقام گرم ہو گیا...... غیظ وغضب میں آ گئے...... مکے کے سارے ظلم وستم یاد آ گئے...... آپ چلا اٹھے ابوسفیان! ہم آ گئے ہیں...... تیار ہو جاؤ...... آج تم سے گن گن کر بدلے لیے جائیں گے...... ہماری تلواروں سے تم کیسے بچ سکتے ہو، سن لو!......

اليوم يوم الملحمة اليوم تسحل الكعبة.

آج بدلے کا دن ہے، آج مکے میں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی، آج کعبہ کی حرمت کو ختم کر دیا جائیگا، آج تمہارا خاتمہ ہو جائیگا۔

حضرت سعد کی گرج دار آواز نے حضرت ابوسفیان کو تڑپا کے رکھ دیا...... جسم پہ کپکپی طاری ہو گئی...... جلدی سے حضرت عباس سے پوچھا تمہارے آقا کدھر ہیں؟...... وہ نظر نہیں آ رہے؟...... وہ کب آئیں گے؟...... یہ دیکھو یہ سعد کیا کہہ رہا ہے؟......

حضرت عباس نے تسلی دی کہ فکر نہ کرو، جو رسول خدا نے اعلان فرمایا ہے وہی ہوگا

حضور کا مکے میں فاتحانہ داخلہ:

اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلہ قریب آتا ہوا دکھائی دیا...... امام الانبیاء اپنی قصویٰ اونٹنی پر سوار ہیں...... نبی پیغمبرانہ جاہ وجلال اور فاتحانہ آب تاب کیساتھ مکے میں داخل ہو رہے ہیں...... سر پہ سیاہ عمامہ مبارک ہے...... اوپر خود ہے...... چہرہ انور سے انوار برس رہے ہیں...... زلفیں مبارک سے خوشبوؤں کے حلقے آ رہے ہیں...... جب حضور قریب آئے، تو ابوسفیان نے حضرت سعد کے نعرے کا ذکر کیا، اور پوچھا: کیا واقعی حضورا...... سعد نے آپ کی طرف سے یہ اعلان کیا ہے؟...... کیا آج کعبے کی حرمت کو ختم کر دیا جائیگا...... کیا آج قریش کو ذلیل وخوار کر کے رکھ دیا جائے گا؟

حضور کا دریائے رحمت موجزن:

حضرات! میرے آقا کا کردار دیکھو!

آپ نے ابو سفیان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ابو سفیان! یہ سعد کا جذباتی نعرہ تھا...... سنو!

الیوم یوم المرحمه . یعز الله فیه قریشا.

آج کا دن بدلے کا دن نہیں ہے...... بلکہ میری رحمت عام کا دن ہے۔

آج کعبے کی حرمت کو پامال نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کی عزت کا پورا پورا لحاظ رکھا جائیگا،

آج اسے برہنہ نہیں کیا جائیگا، بلکہ اسے لباس پہنایا جائیگا۔

آج میں

تم سے بدلے لینے نہیں آیا...... بلکہ بدلے معاف کرنے آیا ہوں۔

میں تمہیں دکھ دینے نہیں آیا...... سکھ دینے آیا ہوں

تمہارے لیے کانٹے بچھانے نہیں آیا...... تمہیں پھول دینے آیا ہوں

آج میں گردنیں کٹانے نہیں آیا...... کٹتی ہوئی گردنوں کو بچانے آیا ہوں

میں تمہیں قتل کرنے نہیں آیا...... امن دینے آیا ہوں

تم پر ظلم کرنے نہیں آیا...... رحم کرنے آیا ہوں

تمہیں مروانے نہیں آیا...... اپنا بنانے آیا ہوں

تمہیں ذلت کی پستیوں میں گرانے نہیں آیا بلکہ

دونوں جہاں میں آباد فرمانے آیا ہوں۔

نبی بسانے آتا ہے:

حضرات ذی وقار!......

حقیقت بھی یہی ہے کہ

امتی گرنے آتا ہے................ نبی اٹھانے آتا ہے

امتی رونے آتا ہے................ نبی ہنسانے آتا ہے

امتی مٹنے آتا ہے................ نبی بسانے آتا ہے

امتی گھٹنے آتا ہے................ نبی بڑھانے آتا ہے

امتی مرنے آتا ہے................ نبی بچانے آتا ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:......

(۱) کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

(۲) زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں ان کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

(۳) کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولی کر دیا

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان کو تسلی دی، اور جھنڈا حضرت سعد سے لے کر ان کے بیٹے حضرت قیس کو عطا فرما دیا۔

میرے نبی ﷺ کی حکمت عملی: محترم سامعین!......

میرے نبی ﷺ کی حکمت عملی کی عظمت تو دیکھو! کہ

حضرت ابوسفیان کی شنوائی بھی ہو گئی، حضرت سعد کو تنبیہ بھی فرما دی، اور ان کے بیٹے کو

جھنڈا عنائت فرما کر ان کے خاندان کے وقار کو بھی بحال رکھا۔ سبحان اللہ!

حضور مکے میں:

اب حضور مکے میں داخل ہو رہے ہیں،

انداز کچھ یوں ہے، کہ آپ سورہ فتح کی تلاوت فرما رہے ہیں......

انا فتحنالک فتحا مبینا

خوشی کی وجہ سے چہرہ مبارک چمک رہا ہے، اور عجز وانکساری کا یہ عالم ہے کہ گردن مبارک جھکی ہوئی ہے اور داڑھی مبارک اونٹ کے کجاوے کے ساتھ لگی ہوئی ہے، اور آنسوؤں سے ریش مبارک تر ہو چکی ہے۔

ایک وہ وقت تھا، کہ آپ کو اس شہر مقدس سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا ......آج وہی شہر مبارک ہے......جس میں کل کا مہاجر آج کا فاتح اعظم بن کر آ رہا ہے......آپ کی دائیں طرف حضرت ابو بکر صدیق، بائیں طرف حضرت اسید بن حفیر، اونٹنی کے آگے حضرت بلال اور اونٹنی کے اوپر اپنے غلام کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید کو سوار کیا ہے......سبحان اللہ

حضرات توجہ فرمائیں!......

مکے کے سب سے بڑے مالدار اور تاجر حضرت ابو بکر پیدل چل رہے ہیں، اور غلام زادہ سواری پر بیٹھا ہے، گویا میرے نبی نے مکے میں داخل ہوتے ہی دنیا والوں کو بتا دیا کہ نگاہ نبوت میں غلاموں کی کیا شان ہے۔

واہ بلال!:

اور واہ بلال! تیری عظمت کو میرا سلام ہو......

آج حضور مکے میں داخل ہو رہے ہیں، بلال حبشی اونٹنی کی مہار پکڑے آگے آگے ہیں،
جب معراج کی رات آپ جنت میں جانے لگے، تو بلال حبشی کے چلنے کی آواز آگے آگے تھی......

اور علماء فرماتے ہیں قیامت کے دن جب حضور جنت میں جانے لگیں گے تو بلال اونٹنی کی مہار پکڑ کر آگے آگے...... آئے آگے ہوں گے۔

چمک اٹھا ستارہ جو تیرے مقدر کا
حبش سے اٹھا کر تجھے حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے تیرے غمکدے کی آبادی
اے بلال تیری غلامی پہ صدقے ہزار آزادی
اذان ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی
نماز تو اسکی دید کا اک بہانہ بنی

واہ صدیق!:

اور واہ صدیق! تیری عظمت پر قربان جاؤں۔
میرا نبی مکے سے چلا تھا...... تو ابو بکر ساتھ تھا۔
غار ثور میں گیا...... ابو بکر ساتھ تھا......
مدینے میں گیا...... ابو بکر ساتھ......
مدینے سے نکلا...... ابو بکر ساتھ......
اور آج مکے میں داخل ہو رہا ہے، تو ابو بکر ساتھ ہیں......

حضرات محترم! جہاں میرے آقا ہیں، وہاں ابوبکر ہیں۔ سنو!

مصطفیٰ مکے میں......ابوبکر مکے میں......

مصطفیٰ مدینے میں......ابوبکر مدینے میں......

مصطفیٰ حضر میں......ابوبکر حضر میں......

مصطفیٰ سفر میں......ابوبکر سفر میں......

مصطفیٰ بدر میں......ابوبکر بدر میں......

مصطفیٰ گھر میں......ابوبکر گھر میں......

مصطفیٰ شہر میں......ابوبکر شہر میں

مصطفیٰ بازار میں......ابوبکر بازار میں

مصطفیٰ پیکار میں......ابوبکر پیکار میں

مصطفیٰ غار میں......ابوبکر غار میں

مصطفیٰ مزار میں......ابوبکر مزار میں

خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ آف آلومہار شریف علیہ الرحمۃ فرماتے تھے:

واہ صدیق تیری یاری تو قربان جاواں

توں یاری لائی تے مکے وچ

پروان چڑھائی تے مدینے میں

جوان کرئی تے بدر وچ

نال نبھائی تے قبر وچ

تو‌ڑ چڑھائی تے حشر وچ

پانی بھرن سہیلیاں رنگا رنگ گھڑے

بھریا اسدا جائیے جسدا توڑ چڑھے

لوگو!......

میرا نبی مکے کا فاتح بن کر آ رہا ہے......ایک بار کہہ دو سبحان اللہ......

حضور ﷺ ام ہانی کے گھر:

سنیئے!......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں داخل ہو کر، سیدھے حضرت ام ہانی، حضرت علی المرتضٰی کی ہمشیرہ کے گھر پہنچے، یہ وہ جگہ ہے جہاں سے آپ کے سفر معراج کا آغاز ہوا تھا، وہاں پر آپ نے آٹھ رکعت نماز چاشت ادا فرمائی، اسے ''صلوٰۃ الفتح'' بھی کہا جاتا ہے، پھر ان سے کھانا طلب فرمایا، روٹی کے چند خشک ٹکڑے حاضر کیے گئے، میرے نبی نے بڑی محبت سے قبول فرمائے......اور سرکے کا سالن بنا کر انہیں تناول فرمایا۔

حضور ﷺ حرم کعبہ میں:

پھر آپ وہاں سے اٹھے اور حرم کعبہ میں پہنچے، آپ نے فرمایا:

این عثمان بن طلحة؟

عثمان بن طلحہ کدھر ہے؟

یہ کون شخص تھا!......

محترم سامعین، توجہ فرمائیں!......عثمان بن طلحہ کون تھا؟

یہ کعبے کا کنجی بردار تھا۔ کعبہ مقدسہ کو کھولا کرتا تھا، ایک مرتبہ مکی زندگی میں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا تھا کہ اے عثمان!...... ذرا کعبے کی چابی لاؤ، میں اس کے اندر جا کر عبادت کرنا چاہتا ہوں، اس نے کہا تھا، تم کون ہو؟...... جاؤ میں چابی نہیں دیتا، یہ میری خاندانی وراثت ہے، آپ کے قلب اطہر پر ملال ہوا، آپ نے فرمایا: عثمان! اب تو مجھے چابی نہیں دیتا، ایک وقت آنے والا ہے، یہ چابی میرے ہاتھ میں آئے گی، اور پھر جسے میں چاہوں گا، عطا کروں گا۔

سامعین حضرات! آج وہ وقت آ گیا ہے، آپنے فرمایا: عثمان لاؤ کعبے کی چابی!...... کدھر ہے؟...... عثمان نے کانپتے، لرزتے اور کپکپاتے ہاتھوں سے چابی پیش کردی، آپنے فرمایا: عثمان بتاؤ! یہ چابی آج کس کے ہاتھ میں ہے؟

حضرت عثمان بن طلحہ آپ کے قدموں پر گرا اور مسلمان ہو گیا، آپ نے فرمایا، اب تو مسلمان ہو گیا، لہٰذا یہ چابی میں تجھے دوبارہ لوٹا دیتا ہوں، اور آئندہ تیرے پاس ہی رہے گی۔ اور سوائے ظالم کے اور کوئی تجھ سے یہ چابی نہ چھینے گا۔ (زرقانی ۲۳۹ جلد ۲)

حضور ﷺ کعبہ کے اندر:

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہوئے، مشرکین مکہ نے خانہ کعبہ کے اندر...... خانہ کعبہ کی دیواروں کیساتھ...... اور خانہ کعبہ کی چھت کیساتھ بت لٹکا رکھے تھے...... آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، یا ایک لوہے کی کمان تھی...... آپ بتوں کی طرف اشارہ کرتے جاتے ہیں...... اور بت زمین پر آتے جاتے ہیں، آپ کی زبان پر قرآن کی اس آیت کی تلاوت جاری ہے۔

جآء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (خصائص کبریٰ ۱/۲۶۴)

یعنی حق آ گیا اور باطل بھاگ، بے شک باطل بھاگنے والا ہے

حضرت علی حضور کے کندھوں پر:

حضرات محترم!......

کعبے کی چھت پر ایک بہت بڑا بت تھا...... یہ پیتل کا بنا ہوا تھا...... اور بڑی مضبوطی کے ساتھ اسے چھت پر گاڑ دیا گیا تھا...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا ادھر آؤ...... اور دیوار کے قریب بیٹھو...... وہ بیٹھ گئے...... آپ نے ان کے کندھوں پر پاؤں مبارک رکھے...... حضرت علی آپ کا بار گراں برداشت نہ کر سکے عرض کیا یا رسول اللہ!...... یہ میرے بس کا روگ نہیں۔

نبی ﷺ کو صرف صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھا سکتا ہے:

حضرات گرامی...... توجہ فرمائیں......

حضرت علی حضور کا بوجھ نہ اٹھا سکے...... کیونکہ یہ حضرت ابوبکر صدیق کا کمال ہے کہ حضور اکرم کو دونوں کندھوں پر اٹھا کر غار ثور کی بلندیوں پر چلے گئے،

لوگ صدیق اکبر پر اعتراض کرتے ہیں، کہ

صدیق امامت لے گیا...... کبھی کہتے ہیں صدیق خلافت لے گیا...... میں کہتا ہوں نادانوں ادھر دیکھو، صدیق دونوں کندھوں پر اٹھا کر صاحب نبوت لے گیا، کہیے!

حضرت علی کی بلندی:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب معذرت کی تو آپ نے فرمایا علی آؤ میرے کندھوں پر سوار ہو جاؤ...... اب نبی کے کندھوں پر علی کا قدم ہے...... انھوں نے

بت کو توڑ دیا...... لیکن میرے نبی نے پوچھا علی کتنی بلندی پر پہنچے ہو؟......عرض کیا......
حضور! اسقدر اونچا ہو چکا ہوں کہ اگر چاہوں تو عرش کی چوٹیوں پر پہنچ سکتا ہوں۔

(مسند احمد۔ رزقانی ۲/۳۳۶ مدارج النبوۃ ۲/۴۷)

حاضرین کرام!...... بتوں کو توڑنے کیساتھ ساتھ آپنے خانہ کعبہ کے چاروں کونوں میں تکبیر پڑھی اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

حضور کا صحن حرم میں خطبہ:

پھر آپ باہر صحن حرم میں تشریف لائے......

وہاں اہل مکہ کا عظیم اجتماع تھا، یوں سمجھیئے سارا مکہ جمع تھا، آپنے اپنی اونٹنی مبارک پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، اسکے بے شمار فضل واحسان کا اعتراف کیا پھر فرمایا:

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ صدق وعدہ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ واعز جندہٗ.

اللہ ایک ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ لاشریک ہے، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی، کفار کے تمام لشکروں کو تنہا شکست دے دی اور اپنے لشکر کو غالب کر دیا۔

لوگو! تمام فخر کی باتیں، تمام پرانے خون، جاہلیت کی تمام رسمیں، میرے پاؤں تلے ہیں، اے قریش! آج جاہلیت کا غرور اور خاندانوں کا افتخار خدا نے مٹا دیا ہے، تمام انسان حضرت آدم کی اولاد ہیں، اور حضرت آدم کو اللہ نے مٹی سے بنایا تھا......

مجمعے کی حالت:

اس کے بعد خطیب الانبیاء ﷺ نے ایک نظر مجمع پر ڈالی، تو کیا دیکھا، تمام سردارانِ قریش، سر جھکائے، گردنیں لٹکائے، لرزاں وترساں پسینوں میں ڈوبے ہوئے تھے...... اس مجمع میں

وہ لوگ بھی تھے، جو...... آپ پر پتھر برسایا کرتے تھے

وہ لوگ بھی تھے، جو...... آپ پر اوجھڑیاں پھینکا کرتے تھے

وہ لوگ بھی تھے، جو...... آپ پر قاتلانہ حملے کرتے تھے

وہ لوگ بھی تھے، جو...... حضرت بلال کو تپتی ریت پر لٹایا اور تڑپایا کرتے تھے

وہ لوگ بھی تھے، جو......

حضرت عمار بن یاسر کو آگ کے کوئلوں پر گھسیٹا کرتے تھے

وہ لوگ بھی تھے، جنہوں نے......

ظلم وتشدد وحشت و بربریت کی انتہا کر کے مسلمانوں کو مکے سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا

اہل مکہ پر کرم:

وہ سارے موجود تھے، اور حضور کی نگاہ کرم ان کو دیکھ رہی تھی، اچانک آپ نے فرمایا: اے اہل مکہ! کیا تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟

دائیں، بائیں سے آوازیں آئیں: اخ کریم وابن اخ کریم۔

ہمیں تم سے خیر کی امید ہے، ہمیں یقین ہے کہ تم ہمارے ساتھ بھلائی کرو گے، کیونکہ تم کریم بھائی ہو، اور کریم باپ کے بیٹے ہو،

جب مکے والوں نے...... سرداران قریش نے...... اذیتیں دینے والوں نے

......اپنے وطن سے نکالنے والوں نے...... میرے نبی سے کرم اور معافی کی بھیک مانگی تو آپ نے فرمایا: آج میں تمہارے متعلق وہی اعلان کرتا ہوں جو اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے متعلق کیا تھا:

لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا وانتم الطلقاء

جاؤ کسی پر کوئی زیادتی نہیں، کوئی سختی نہیں، میں تم سب کو آزاد کرتا ہوں۔

تاریخ انسانی کا بے مثال فاتح: حضرات گرامی!......

میرے نبی نے اپنی شان رحیمی اور عظمت کریمی کا اظہار فرمایا، تاریخ عالم ایسا فاتح پیش کرنے سے قاصر ہے، کہ جانی دشمن پوری طرح اس کے تسلط میں ہوں، اور وہ پھر انہیں کمال مہربانی کے ساتھ آزاد کر دے، یہ صرف میرے سچے نبی کی شان ہے۔

ذوق سلیم کی آواز:

میرا ذوق کہتا ہے کہ جب میرے آقا نے اپنے دشمنوں کو معاف فرما دیا، تو وہ بانگ دھل زبان حال سے کہتے ہوں گے...... کہ

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی
جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو
تیرے عفو بندہ نواز میں

محترم سامعین! کس کی ہمت ہے، کہ قوت ہوتے ہوئے، طاقت اور ہمت کے باوجود مخالفین کو معاف کر دے، یہ میرے آقائے کریم، خدائے دو جہاں کے حبیب عظیم ہی کی

شان ہے،

حاضرین! اندازہ کیجیے! جو نبی اپنے دشمنوں پر اسقدر مہربانی فرماتا ہے وہ اپنے غلاموں پر کس قدر شفقت فرماتا ہوگا۔

سرزمین مکہ کلمہ اسلام سے گونج اٹھی:

اہل مکہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کرم دیکھا...... یہ فضل واحسان دیکھا...... یہ لطف ومہربانی دیکھی...... یہ عفو ودرگذر دیکھا...... تو اسلام میں داخل ہونے والوں کی ایک کثیر تعداد آگے بڑھی...... دائیں طرف سے آواز آئی...... ہم آپ کے نبی ہونے کو مان گئے...... بائیں جانب سے آواز آئی...... ہم بھی تیری نبوت کے قائل ہو گئے...... سامنے سے آواز آئی ہمیں بھی اپنا کلمہ پڑھالو۔

سچے نبی کی یہی شان ہے، جو آپ نے دکھائی ہے

یوں سمجھیں کہ سارا مکہ مسلمان ہو گیا..... مکہ فتح ہو گیا..... لیکن کسی پر کوئی سختی نہیں کی گئی ...... سب کو معاف کر دیا گیا ہے۔

تو اس وقت ہر طرف

توحید خداوندی کے نغمے گونجنے لگے......
عظمت رسالت کے پرچم لہرانے لگے......
صداقت اسلام کے ڈنکے بجنے لگے ......
کفر وشرک کے بادل چھٹنے لگے......
لوگ حضور کے قدموں پر گرنے لگے ......
اہل مکہ اسلام مین داخل ہونے لگے......

اللہ اکبر کی صدائیں آنے لگیں
لا الہ الا اللہ کی آوازیں آنے لگیں
اللھم صلی علی کی ندائیں آنے لگیں
اور میرے آقا کی عظمت کے پھریرے لہرانے لگے۔

؎ چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان ورفعنا لک ذکرک دیکھے

اور

؎ جہاں تاریک تھا، بے نور تھا، اور سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

اور یہ عظیم فتح بغیر کسی مزاحمت کے...... بغیر کسی مقابلے کے...... اور بغیر کسی لڑائی کے معرضِ وجود میں آئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اذاجآء نصر الله والفتح ورايت الناس يدخلون فی دين الله افواجاً.

جب اللہ کی مدد اور فتح آئی۔ تو لوگ فوج درفوج اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے۔

اذان بلالی: محتشم سامعین!......

اسی دوران نماز ظہر کا وقت ہو گیا، تو آپ نے فرمایا:

این بلال......

بلال کدھر ہے؟

بلال حبشی...... مسجد نبوی کا موذن،

حضرت بلال حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا: بلال، مسجد نبوی میں بھی تم اذان پڑھا کرتے ہو...... آج کے میں نماز ادا کرنی ہے، لہٰذا تم ہی اذان پڑھو...... حضرت بلال اذان پڑھنے لگے:

امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلالا ان یؤذن یوم الفتح فوق الکعبۃ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۵۳، مکتبہ امدادیہ ملتان)

آپ نے فرمایا! بلال! ٹھہر جاؤ، زمین پر نہیں، کعبے کی چھت پر چڑھ کر اذان پڑھو

حضرت بلال کعبے کی چھت پر چڑھ گئے ...... کعبہ نیچے، بلال اوپر...... جب حضرت بلال نے اذان پڑھی، تو پورے کے میں نغمہ توحید و رسالت گونج اٹھا۔

بلال کیسی اذان پڑھتے تھے؟......

حوریں منتظر رہتی تھی ...... فرشتے مرحبا کہنے آتے تھے...... جب بلال اذان پڑھتے ...... تو بلال کی اذان پر فطرت جھومتی تھی ...... قدرت خوش ہوتی تھی...... کائنات وجد کرتی تھی، اور ہر طرف سے گویا آواز آتی تھی۔

ذرا ٹھہر جا موذن میرا دل لرز رہا ہے

حضرت ابو محذورہ پر کرم: حضرات گرامی!......

جب حضرت بلال اذان پڑھ رہے تھے، تو اس مجمع میں کچھ بچے تھے......

انھوں نے جب دیکھا، کہ حبشی جوان......اونچا لمبا قد......کعبے کی چھت پر چڑھ کر، جب لہرا کے اذان پڑھ رہا تھا......تو ان بچوں نے دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا......ان بچوں میں ایک بچہ جس کا نام ابو محذورہ تھا......اس نے بھی دوسرے بچوں کے ساتھ مل کر حضرت بلال کی نقل اتارنا شروع کی......ان کی آواز دوسروں سے اونچی اور زیادہ سریلی تھی ......جب وہ نقل کے طور پر اذان پڑھ رہے تھے......تو حضور کی نظر ان پر پڑ گئی، بچے نے جب حضرت بلال کی نقل اتاری تو وہ بچہ بھی حضور کو پسند آ گیا۔

اذان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا: کہ اس بچے کو میرے پاس لا یا جائے......جب انہیں قریب لایا گیا......تو آپ نے فرمایا!......بیٹا! جو اذان پہلے پڑھ رہے تھے، ذرا پھر سناؤ......پہلے تو وہ ڈرا، کہ شاید ناراض نہ ہوں......آپ نے فرمایا، پڑھو! تمہیں کچھ نہیں کہا جائیگا......اس نے دوبارہ اذان پڑھنا شروع کی...... پہلے تو وہ نقل کے طور پر پڑھ رہا تھا......اب نقل بمطابق اصل ہوگئی......اذان کے بعد آپ نے فرمایا! بس بیٹا! جاؤ......اب وہ جاتا ہی نہیں......وہ اسی طرح لہرا لہرا کے اذان پڑھ رہا ہے......اسکی آنکھوں میں آنسوں آگئے ہیں......اس کے چہرے پہ رقت نمایاں ہوگئی ہے......اسکی حالت غیر ہوگئی ہے......اس پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔

آپ نے فرمایا: جاؤ بیٹا! کہنے لگا: حضور! اب بلا کے کہتے ہو کہ جاؤ، آپ کا در چھوڑ کر کہاں جاؤں......اب بلایا ہے، تو اپنا ہی بنالو......اب یہ آستاں مجھ سے نہ چھوٹے گا......یہ اذان مجھ سے نہ چھوٹے گی......مجھے اپنا کلمہ پڑھالو......مجھے اپنے غلاموں میں داخل فرمالو، مجھے اپنے رنگ میں رنگ لو۔

حضور نے اسے اپنا کلمہ پڑھایا، اس نے عرض کیا: حضور! اذان کی میری ڈیوٹی

لگا دو، آپ نے فرمایا، جاؤ! تم سے وعدہ رہا، مسجد نبوی کا موذن بلال ہوگا، اور خانہ کعبہ کا موذن تو ہوگا۔

نگاہ نبوت کی تاثیر: معزز سامعین!......

میرے نبی کی نگاہ جس پر پڑگئی......کام کرگئی......نگاہ کی تاثیر ہو گئی......
اسکی صورت بدل گئی ......سیرت بدل گئی ...... ہیئت بدل گئی ......قسمت بدل گئی......
حقیقت بدل گئی......رنگت بدل گئی۔

نگاہ نبی سے

وہ عام تھا..........خاص ہوگیا

ادنیٰ تھا..........اعلیٰ ہوگیا

پتھر تھا..........گوہر ہوگیا

ذرہ تھا..........آفتاب ہوگیا

قطرہ تھا..........دریا ہوگیا

جہنمی تھا..........جنتی ہوگیا

غلام تھا..........دو جہاں کا امام ہوگیا

برباد تھا......تو حضور نے اسے اپنے رنگ میں رنگ کر دو جہاں میں آباد کر دیا

عشق نبی کا رنگ نہیں اترتا: حضرات! سنیے!......

لوگ کپڑوں کو رنگتے ہیں ...... برتنوں کو قلعی کرتے ہیں ...... اشیاء کو رنگ چڑھاتے ہیں ......میرا نبی بھی رنگ چڑھاتا تھا...... لیکن وہ دلوں اور روحوں کو رنگتا

تھا......لوگوں کے چڑھائے ہوئے رنگ اتر جاتے ہیں......قلعی خراب ہو جاتی ہے......
برتن ضائع ہو جاتے ہیں......پھر دو چار ماہ کے بعد نیا رنگ چڑھانا پڑتا ہے......لیکن
میرے نبی نے جس کو رنگا......ایسا رنگا......قلعی کی، تو ایسی قلعی کی......تزکیہ کیا تو ایسا کیا
......تصفیہ کیا، تو ایسا کیا......کہ لوگوں کے رنگ اتر سکتے ہیں، لیکن میرے نبی کا چڑھایا ہوا
رنگ کبھی نہیں اترے گا۔

میرے نبی نے ابوبکر کو رنگا......عمر کو رنگا......عثمان کو رنگا......علی کو رنگا......اور
ایسا رنگا کہ

ابوبکر آج بھی صدیق ہے......
عمر آج بھی فاروق ہے......
عثمان آج بھی ذوالنورین ہے......
علی آج بھی شیر خدا......
حسین آج بھی سید الشہدا ہے......
فاطمہ آج بھی زہرا ہے......
عائشہ آج بھی صدیقہ ہے......
بلال آج بھی موذن رسول ہے
اویس قرنی آج بھی خیر التابعین ہے......
ابوحنیفہ آج بھی امام اعظم ہے
عبدالقادر جیلانی آج بھی غوث اعظم ہے......
داتا آج بھی داتا ہے......

خواجہ آج بھی خواجہ ہے......

مجدد آج بھی مجدد ہے......

میرے نبی نے جس کو رنگا...... بس دونوں جہاں میں رنگ دیا۔

او توں کیوں نہیں آیا در تے بدنصیبا
ہزاراں رنگاں وچ رنگیدا ای محمد

آقا میرا دل بھی چمکا دو:

آؤ ہم بھی بارگاہ رسالت میں اس نبوی رنگ کی بھیک مانگیں،

آؤ چشم تصور سے مدینے چلیں، اور عرض کریں

یارسول اللہ! ہمیں بھی اپنے رنگ میں رنگ لو، ہمیں بھی اس رنگ کا کچھ حصہ عطا فرمادو۔

جو رنگ کہ جامی پر رومی پر چڑھایا تھا
اس رنگ کی کچھ رنگت ہم کو بھی چڑھا جانا

آقا!...... ہماری بگڑی بھی بنادو

ہماری قسمت بھی سنواردو...... ہمارا مقدر بھی بنادو...... ہم پر بھی کرم ہو جائے......

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

اللھم آمین. بجاہ نبیک الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم.

وما علینا الا البلاغ المبین

نذرِ ساقی

برادر گرامی حضرت مولانا غلام مرتضیٰ ساقی کا سیال قلم کسی چشمہ کی طرح رواں دواں رہتا ہے، مختلف عنوانات اُنکے نوکِ قلم پر رہتے ہیں، جن میں عقائد کی اصلاح، معاشرتی برائیوں کا رد، لادین اور بدمذہب طبقوں کی سرکوبی وغیرہ شامل ہیں۔

قرآن وحدیث کے ذخیروں سے استناد، قدیم عربی وفارسی لٹریچر سے اقتباسات، معاصر ادب پر کڑی نظر اور اپنے ''حاصل مطالعہ'' سے قارئین کو آگاہی بخشنا، آپ کی معروف قلمی خوبیاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے قارئین کا حلقہ روز بروز بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب سے قبل جو شہ پارے آپ کے قلم سے نکل چکے ہیں وہ اکثر علمی محفلوں میں موضوعِ سخن رہتے ہیں، اہل علم انہیں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اپنی لائبریریوں کی زینت بناتے ہیں، اُن سے استفادہ کرتے ہیں اور اپنی کتابوں میں اُن کے حوالے دیتے ہیں۔

''خطباتِ رمضان'' میں مولانا موصوف نے رمضان شریف کی اہمیت وافادیت پر قلم اٹھایا ہے۔ جو نیکیوں کے موسم بہار میں اپنے قارئین کو روحانی غذا فراہم کر کے انہیں تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کی دولتوں سے مالا مال کرے گی، انہیں نیک جذبات عطا کرے گی اور اللہ کے بارگاہ میں سرخ روئی نصیب کرے گی۔

برادر دینی جناب شیخ محمد سرور اویسی حفظ اللہ تعالیٰ ساقی صاحب کی کتابیں بڑے اہتمام سے شائع کرتے ہیں اور بڑی محنت سے ملک بھر کے علمی مراکز میں ارسال کرتے ہیں۔ مولائے کریم مصنف وناشر دونوں کو ڈھیروں اجر اور مقبولیت عطا فرمائے۔

صلاح الدین سعیدی

ڈائریکٹر تاریخ اسلام فاؤنڈیشن

اسلامی جمہوریہ پاکستان